



جلواری - فتوحی - مارچ 2018

ISSN 2320-8600

سہ ماہی مجلہ

الحجیب

مُہلَواری شریف پٹنہ



ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

نِعْمَتِ مَحَلِّ

K.M. COMMUNITY CENTRE

NEAR KHANQUAH MUJEEBIA, PHULWARI SHARIF, PATNA-801505 (BIHAR)

Contact No. : +91-7677882946, 9031065625, 9006306098



خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کا دلکش و دیدہ زیب کے - ایم - کمیونٹی سنٹر اپنی تمام تر زیبائش و آرائش سے آراستہ ہو کر، زائرین کو دعوتِ نظارہ دے رہا ہے اور آپ حضرات کی خدمات حاصل کرنے کا ہمہ وقت منتظر ہے۔

کھلی فضا، پرسکون ماحول میں دو منزلہ پرشکوہ و پرکشش عمارت، ہر منزل میں ایئر کنڈیشن کمرے، اعلیٰ کوالٹی کے ڈیکوریشن سے مزین، خوبصورت حال، سنگ مرمر کا جین و جمیل فرش، علاوہ ازیں کھانے پکانے اور معزز مہمانوں کے راحت و آرام کی تمام سہولیات فراہم ہیں۔

شادی و دیگر تقریبات کے موقع پر K.M. Community Centre کو ضرور یاد رکھیں اور اپنی تقریبات کا بھرپور لطف اٹھائیں۔

سید محمد قمر عالم قادری

انچارج

کے - ایم - کمیونٹی سنٹر



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اہل حق کا ترجمان اور امن و سلامتی کا پیامبر

المُجِيبُ

يَهْلُو أَرْشَيفُ يَنْدَه

دینی، علمی و ادبی مجلہ

مدیر : ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری
نائب مدیر : ظفر حسنین

ماہ : ربيع الثانی - ۱۴۳۹ھ

ماہ : جنوری - ۲۰۱۸ء

جلد نمبر ۵۸ + شماره نمبر ۱

زرتعاون

۴۰/- روپے	:	فی شمارہ
۱۵۰/- روپے	:	سالانہ
۲۰۰/- روپے	:	سادہ ڈاک
۳۷۰/- روپے	:	رجسٹری ڈاک
۵۰۰/- روپے	:	پاکستان و بنگلہ دیش
25/- امریکی ڈالر	:	دیگر ممالک

مجلس ادارت

مولانا محمد منہاج الدین مجیبی
پروفیسر حافظ فضل بکریا صدیقی
پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید
مولانا خواجہ عبدالباری

سرکولیشن مینجر : محمد مقصود عالم مجیبی

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

رابطہ : +91-9006306098

ایڈیٹر
”المُجِيبُ“ دَارُالْاِسْلَامِ خَاتَمَةُ الْمُجِيبِيَّةِ يَهْلُو أَرْشَيفُ يَنْدَه (ہزار)

فون نمبر : 2555305, Telefax : 2555572, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, (0612)



فہرست مضامین

• لمعات

ظفر حسین

۳

مضامین و مقالات

- عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب وسنت اور علمائے سلف جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی ۶
- فضیلت کی پگڑی جناب حکیم سید محمد یوسف رضوی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶
- حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام مولانا شاہ بدر احمد مجیبی ۳۲
- خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا مولانا نور الحق رحمانی ۴۶
- ہندوستان میں اسلامیات اور سیرت نگاری کے فروغ رضوان اللہ آروی ۵۲
- ہندوستان میں علوم اسلامیہ ریاض فردوسی ۶۲
- نادمہ بلی — حیات و خدمات سید محمد نیر رضوی ۶۷
- ہر کمالی راز والیست ناوک حمزہ پوری ۷۶

نقد و تبصرہ

- نعت گویان غیر مسلم (غیر مسلم ناعتین کا منظوم تذکرہ) ظفر حسین ۸۰

ادبیات

- حمد باری تعالیٰ امان خاں دل ۸۳
- نعت جمال احمد جمال ۸۴
- غزل وارث ریاضی ۸۵
- کوائف و حالات ادارہ ۸۶

لمعات

• ظفر حسین

کچھ روز قبل ایک ٹی وی چینل کے انٹرویو میں وزیراعظم سے سوال کیا گیا کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ آپ کی خارجہ پالیسی مکمل طور پر صرف پاکستان کے ارد گرد گھومتی ہے؟ ان کا جواب تھا کہ نہیں ایسا نہیں ہے۔ خارجہ پالیسی اپنے ملک اور دوسرے ممالک کے تعلقات پر مبنی ہوتی ہے۔

اس انٹرویو کے کچھ دنوں کے بعد ہی ۲۶ جنوری کا جشن جمہوریہ منایا گیا، بڑے طمطراق اور جوش و جذبے کے ساتھ۔ بری، بحری اور فضائی ہتھیاروں کی زبردست نمائش کی گئی۔ تینوں مسلح افواج کے دستوں نے سلامی کے دوران بھی ہتھیاروں کی بے مثال نمائش کی۔ لیکن ان تمام نمائشوں کا مرکز صرف پاکستان اور چین رہا۔ جشن جمہوریہ کی اس تقریب میں پہلی بار سات ممالک کے سربراہان ایک ساتھ خصوصی مہمان رہے۔ آسٹریا کے سات ممالک کے سربراہان یہاں پہلے سے سربراہی کانفرنس کے لئے موجود تھے جنہیں جشن جمہوریہ کا مہمان خصوصی بنایا گیا۔ یہ شاندار پروگرام حقیقی معنوں میں دنیا کے سب سے بڑے جمہوری ملک کا پروگرام لگ رہا تھا، اپنے آن بان اور شان کے لئے بھی اور وزیراعظم کے غرور و تکبر بھرے چہرے سے بھی۔ یوں تو جشن جمہوریہ کا یہ پروگرام صدر مملکت کے ارد گرد گھومتا ہے لیکن اس بار ساری توجہ صرف وزیراعظم پر دی گئی۔ صدر جمہوریہ بے چارے آئے اور اپنا فرض نبھا کر چلے گئے لیکن وزیراعظم اپنا چھین انچ کا سینہ پھیلائے تقریب کے بعد بھی پریڈ گراؤنڈ پر ہاتھ ہلاتے گھومتے نظر آئے جیسے وہ بھی پریڈ کی نمائش کا ایک حصہ ہوں۔ ان کی گاڑی اپنے تام جھام کے ساتھ ان کے پیچھے چل رہی تھی اور وہ خود عوام کی طرف ہاتھ ہلا کر ہائے وائے مچاتے آگے آگے چل رہے تھے۔ ایسا نظارہ جشن جمہوریہ کے موقع پر عوام نے پہلی بار دیکھا تھا۔ عوام تو تماشے کے عادی ہیں چاہے وہ وزیراعظم کریں یا کوئی اور وہ اسے شوق سے دیکھتے ہی ہیں۔

دوسری خاص بات یہ دیکھی گئی کہ پروگرام کے اینکر ٹی وی پر ہر تباہ کن اور خطرناک ہتھیاروں کی نمائش کے بعد

یہ ضرور کہتے تھے یہ پاکستان کے لئے سبق ہے وہ ان ہتھیاروں کو دیکھے اور اپنی اوجھی حرکتوں سے باز آجائے۔ کبھی کبھار اس وارنگ میں چین کا بھی نام آجاتا تھا، ورنہ اصل وارنگ کا محور پاکستان ہی رہا۔ جشن جمہوریہ کے اس پراثر پروگرام اور اوپر ذکر کئے گئے وزیراعظم کے انٹرویو کا موازنہ کیا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انٹرویو لینے والے کا یہ خدشہ کہ ملک کی خارجہ پالیسی صرف پاکستان کے ارد گرد گھومتی ہے بالکل حق بجانب لگتا ہے۔ اور وزیراعظم کا جواب کھوکھلا اور مصنوعی۔

ہندوستان ایک عظیم جمہوری ملک ہے ۱۳۰ کروڑ کی آبادی والا، دنیا کے دو تین طاقتور ممالک میں شامل۔ اس کا مقابلہ اسی کے ٹکڑے اور سب سے نزدیکی ہمسایہ پاکستان سے کسی میدان میں نہیں کیا جاسکتا۔ آبادی، رقبہ، اقتصادی ترقی، معاشی حصولیابی، فوجی طاقت اور سیاسی استحکام۔ ہر میدان میں یہ ملک پاکستان سے صدیوں آگے ہے۔ صرف ایٹم بم رکھ لینے سے ملک طاقتور نہیں ہوتا۔ ملک کو ترقی یافتہ بنانے کے لئے اصل جنگ غربت سے ہونی چاہئے، افلاس سے ہونی چاہئے، جہالت سے ہونی چاہئے، مکروفریب اور ہر قسم کی بدعنوانیوں سے ہونی چاہئے۔ لیکن دونوں ممالک میں ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ پاکستان، کشمیر کی سرحد پر (جو ایک ممتاز علاقہ ہے) گھس پیٹ کر کے، چند لوگوں کو مار کر اور کچھ اپنوں کو گنوا کر کشیدگی جاری رکھنا چاہتا ہے تاکہ ہندوستان کی توجہ اپنے اصلی مقاصد سے ہٹ کر صرف کشمیر کی سرحدی جھڑپوں پر مرکوز رہ سکے یا پھر خود ہندوستان ان جھڑپوں سے سیاسی فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ہندوستان کہتا ہے کہ کشمیر میرا ہے، پاکستان کہتا ہے کہ کشمیر میرا ہے، اور اس تو تو میں میں کے درمیان جب بھی کوئی چھوٹی بڑی خونی تکرار ہو جاتی ہے تو نقصان صرف کشمیریوں کا ہوتا ہے۔ چاہے وہ ادھر کے کشمیری ہوں یا ادھر کے۔ مشکل یہ ہے کہ دونوں طرف ٹھنی ہے ۵

وہ اپنی خونہ بدلیں گے ہم اپنی وضع یوں چھوڑیں

ہمارے ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ اس عظیم جمہوری ملک نے جو ایسا شاندار جشن منایا اور اس میں تباہی و بربادی کے مہلک ترین ہتھیاروں کی نمائش کی، دنیا کے سات ممالک کے سربراہان کو بلا کر ان کے سامنے اور ذرائع ابلاغ کے سارے ذرائع استعمال کر کے کروڑوں کروڑ لوگوں تک اپنی طاقت اور علم و ہنر کا جو سکہ جمایا کیا وہی اس ملک کی آخری اور صحیح تصویر ہے؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔

اس لئے خواہش ہوتی ہے کہ ایسا ہی ایک اور ”جشن“ ہر سال منایا جاتا۔ ملک کے کونے کونے سے لوگوں کو بلا کر اور ذرائع ابلاغ کو پورے طور پر استعمال کر کے اصل تصویر ملک والوں کو اور ساری دنیا کو دکھائی جاتی جس میں :

☆ ایک قطار ہوتی، ننگے کھلے بھوکے افلاس زدہ ہندوستانیوں کی جو کروڑوں کی تعداد میں ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

☆ ایک قطار ہوتی بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی جو لاکھوں لاکھ کی تعداد میں اس ملک میں بھٹک رہے ہیں اور

جنہیں اس حال میں ملک کے شدت پسندوں اور ہندو تواادایوں نے پہنچایا ہے۔

☆ ایک قطار ہوتی ہزاروں قیدیوں اور بے بس لوگوں کی جنہیں بغیر کسی جرم کے صرف مذہب کی بنیاد پر سالہا سال سے جیل میں بند رکھا گیا ہے۔

☆ ایک قطار ہوتی پڑھے لکھے مسلمان نوجوانوں کی جو انجینئرس ہیں ڈاکٹرس ہیں لیکن سالہا سال جیل میں بند کر دینے کے بعد آزاد کر دیے گئے ہیں اور آج در بدر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔

☆ ایک قطار ہوتی اقتدار کا مزہ لینے والے بڑے بڑے قاتلوں اور مجرموں کی جن کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔

☆ ہر قطار کے آگے ایک آدمی بینر لے کے چلتا جس پر قطار والوں کی بے بسی اور ان کے گناہوں کی تفصیل ہوتی۔
ہر ۲۶ جنوری یا ۱۵ اگست کو ہتھیاروں کی نمائش کی جاتی ہے اور اس پر کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں اس سے دنیا پر کیا اثر پڑتا ہے؟ کسی پر کوئی رعب نہیں جتنا بلکہ دنیا میں ہتھیاروں کی دوڑ میں اضافہ ہوتا ہے اور ہتھیار بیچنے والے ممالک دونوں ہاتھوں سے غریب ممالک کو لوٹتے اور ان کا استحصال کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر ہم دوسری اور اصل تصویر کی نمائش کریں تو اپنے ملک کے بااثر لوگوں کے ضمیر کو بیدار کر سکیں گے اور ساتھ ہی دنیا والوں کو بھی ان کی غربت دور کرنے یا انہیں انصاف دلانے کی طرف متوجہ کر سکیں گے۔ ملک کی اصل خدمت یہی ہوگی۔ یہ ملک تو فقیروں اور درویشوں کا ملک ہے۔ یہاں تو بودھ، نانک، چشتی اور گاندھی پیدا ہوئے ہیں اور ان کے پیغام پر اس عظیم ملک کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ نفرت، حقارت، ظلم و تشدد اور بے جا قتل و غارت گری کی کوئی گنجائش کہاں ہے؟ کاش ۲۶ جنوری اور ۱۵ اگست کو طاقت کی نمائش پر خرچ ہونے والی بے انتہاد دولت دوسری نمائش میں لگے قطار در قطار لوگوں پر خرچ ہوتی۔ تو آج ساری دنیا ہماری عظمت کی، ہمارے اصول کی، ہمارے انصاف پرندی کی اور ہماری سچی جمہوریت کے گن گاتی۔ کاش ایسا ہوتا!

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب و سنت اور علمائے سلف کے اقوال و آثار کی روشنی میں

● محمد الیہ السلام اللہ کا فری

محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آغاز کب ہوا، اور پہلا میلاد نامہ کس نے لکھا؟

محفل میلاد مبارک سے متعلق یہ ایسا سوال ہے جسے اکثر لوگ معلوم کرتے ہیں۔ منکرین میلاد تو اس طرح کے سوالات قائم کر کے حسن ظن رکھنے والے مسلمانوں کو بدظن کرتے ہیں اور مجالس میلاد منعقد کرنے والوں سے متنفذ کرتے ہیں۔ اور کہتے پھرتے ہیں کہ بارہ ربیع الاول کے دن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا بدعت ہے، اس زمانہ کے مسلمانوں نے اس کا اختراع کیا ہے، قرونِ ثلثہ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس لئے شریعت کی روشنی میں اس سوال کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ منکرین اور معتقدین کے سامنے حقیقت واضح ہو جائے۔

ذکر میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سنت الہیہ ہے اور قرآن مجید تمام میلاد ناموں کا ماخذ و مرجع ہے :

باب اول میں تفصیل کے ساتھ ”میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ کو قرآن سے ثابت کیا گیا اس لئے یہاں اعادہ کی حاجت نہیں ہے البتہ مذکورہ بالا سوال کے پیش نظریہ ثابت کرنے کی ضرورت کو شش کی جائے گی کہ میلاد مبارک کا آغاز کب ہوا، میلاد نامہ کی روایت کب قائم ہوئی۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ، فضائل و کمالات، خصائل حمیدہ، اور معجزات کا بیان ہوتا ہے اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو تمام آسمانی کتابیں خواہ توریت ہو یا انجیل سب میلاد ناموں کا ماخذ ہیں کیونکہ ان تمام آسمانی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت، فضائل، اوصاف حمیدہ وغیرہ کا ذکر موجود ہے۔ ملت اسلامیہ میں جس طرح

دین اسلام کا اولین مرجع قرآن مجید ہے اسی طرح میلاد ناموں کا بھی اولین مرجع قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید ہی حضور ﷺ کی سیرت طیبہ اور فضائل و کمالات کا اولین سرچشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں اپنے حبیب پاک ﷺ کی ولادت مبارکہ، سیرت طیبہ، خصائل حمیدہ، اور معجزات کا حسین پیرایہ میں تذکرہ فرمایا اگرچہ ان تمام چیزوں کا تذکرہ مربوط شکل میں نہیں ہے لیکن قرآن کریم میں جہاں بھی آپ ﷺ کا ذکر ہے، موثر انداز میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات کو ایک ہی مقام پر مربوط شکل میں بیان نہیں فرمایا ہے کیونکہ قرآن مجید کا مقصد محض واقعہ بیان کرنا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات کو عقلمندوں کے لئے بطور نصیحت و عبرت بیان فرمایا۔

بہر کیف قرآن مجید میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت اور خصائص کا ذکر ہے۔ اس لئے سیرت نگاروں، میلاد نامہ لکھنے والوں نے اپنی تحریروں میں قرآن پاک سے رجوع کیا اور اسی کے خوشہ چیل ہوئے۔ اور اس طرح قرآن مجید کتب سیر اور میلاد ناموں کا ماخذ ہوا۔

حضور ﷺ کا ذکر قرآنی آیات میں :

ذیل میں قرآن مجید کی بعض آیتیں لکھی جا رہی ہیں جن میں حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ، خصائص، فضائل و کمالات اور معجزات کا ذکر ہے۔

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر :

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۚ وَأَنْتَ حَلُّهُ الْبَلَدِ ۚ وَالِدٍ وَمَا وَلَدْتَ ۚ (البلد)

ترجمہ : میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی اور آپ (کے لئے) اس شہر میں (لڑائی) حلال ہونے والی ہے۔ اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ ”وَمَا وَلَدْتَ“ سے مراد حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ ہے، چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے :

والوالد آدم او ابراہیم علیہما الصلاة والسلام وما ولد ذریئته او محمد صلی اللہ علیہ

وسلم۔ (تفسیر بیضاوی، البلد)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ

رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٠﴾ (التوبہ)

ترجمہ : تحقیق ایک رسول تشریف لے آئے جو تم میں سے ہیں جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے جو

تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند ہیں مومنوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

علماء کرام نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر ہے، چنانچہ مولانا عبدالسمیع

رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ”انوار ساطعہ“ میں فرماتے ہیں :

”اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ ﷺ کے آنے کا ذکر فرمایا، اس کے بعد آپ ﷺ کی صفات بیان فرمائیں“۔

(انوار ساطعہ، ص: ۱۷۰)

نبی کریم ﷺ کی بعثت :

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَئِي صَٰلِحٍ مُّبِينٍ ﴿۱۰﴾ — (آل عمران)

ترجمہ : بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں سے ایک رسول کو مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے وہ کبھی گمراہی میں تھے۔
اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا ذکر ہے جو مسلمانوں کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے اگر یہ نعمت ان کو حاصل نہ ہوتی تو وہ گمراہیوں میں بھٹکتے رہتے۔

رسالت عامہ کا ذکر :

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۱﴾ — (السبا)

ترجمہ : (اے محبوب ﷺ!) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔
حضور ﷺ سے قبل جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے وہ کسی خاص قوم، جگہ یا وقت کے لئے رسول بن کر آئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے لئے رسول بنا کر بھیجا اور قیامت تک کے لئے نبی بنا کر بھیجا یعنی آپ ﷺ کی بعثت و رسالت آفاقی اور ابدی اور تمام جہانوں کے لئے عام ہے۔

حضور ﷺ سراپا رحمت :

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿۱۲﴾ — (الانبیاء)

ترجمہ : ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔
حضور ﷺ انسانوں، جنوں، اپنوں، دوستوں، دشمنوں، الغرض تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔

نور نبوی ﷺ کا ذکر :

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ﴿۱۳﴾ — (المائدہ)

ترجمہ : (اے لوگو!) تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے نور آگیا اور کھلی کتاب۔

اس آیت کریمہ میں ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہا گیا جس کی بدولت دنیا کی ضلالت و گمراہی ختم ہو گئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝ — (الاحزاب)

ترجمہ : اے نبی! (ﷺ) ہم نے آپ (ﷺ) کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا، ڈرانے والا، اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے دعوت دینے والا اور چمکتا ہوا چراغ بنا کر بھیجا۔
اس آیت کریمہ میں حضور ﷺ کی خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔

شب معراج کا ذکر :

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بُرُكْنَا حَوْلَهُ لِلرَّيَّةِ مِنْ أَيْتِنَا ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّبِيحُ الْبَصِيرُ ۝ — (الاسراء)

ترجمہ : پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گئی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے ارد گرد کو ہم نے بابرکت بنایا تاکہ ہم دکھائیں اس (بندے) کو اپنی نشانیاں۔ بے شک وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔
معراج حضور ﷺ کا وہ معجزہ ہے جو نبی اور نبی کو عطا نہیں کیا گیا۔ مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کا ذکر مذکورہ آیت کریمہ میں صراحتہ موجود ہے۔ یہ وہ مقدس رات تھی کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء سابقین علیہم السلام حضور ﷺ کے چشمہ براہ تھے، بیت المقدس میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا ذکر :

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ — (القلم)

ترجمہ : بلاشبہ آپ (ﷺ) بلند اخلاق پر فائز ہیں۔
حضور ﷺ اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے انسان و جن آپ کے گرویدہ ہیں۔

حضور ﷺ کی رفعت و بلندی کا ذکر :

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ — (الانشراح)

ترجمہ : ہم نے آپ (ﷺ) کے ذکر کو بلند کر دیا۔
اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اپنے محبوب ﷺ کے ذکر سے بھر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر آسمانوں اور زمین کے گوشہ گوشہ میں ہو رہا ہے حتیٰ کہ تہہ خاک قبر میں بھی آپ ﷺ کا ذکر ہوتا ہے۔

در بار رسالت مآب ﷺ کے آداب و احترام کا ذکر :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿١٠﴾ — (الحجرات)

ترجمہ : اے ایمان والو! اپنی آوازیں، نبی (ﷺ) کی آواز سے بلند مت کرو اور ان سے بلند آواز میں گھنگومت کرو جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کرتے ہو کہ (کہیں اس کی سزائیں) تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ اس فرمان الہی کے تحت آج بھی مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ حضور ﷺ کے روضہ اطہر پر ادب و احترام کے ساتھ حاضری دیں اور لغو باتیں نہ کر کے درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں۔

درود و سلام بھیجنے کا حکم :

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ — (الاحزاب)

ترجمہ : بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! درود بھیجو اس (نبی ﷺ) پر اور (خوب) سلام بھیجو۔

اس آیت کریمہ میں دو باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دے رہا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے آیتیں ہیں جن میں کہیں آپ ﷺ کے علم و فضل کا ذکر ہے کہیں شفقت و مہربانی کا ذکر ہے کہیں عبادت و ریاضت کا ذکر ہے کہیں معجزات کا ذکر ہے کہیں تعظیم و توقیر کا ذکر ہے کہیں یہ وضاحت کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری میں ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے الغرض پورا قرآن کریم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر و بیان میں ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ذکر میلاد النبی ﷺ، آپ ﷺ کی مدح بیان کرنا سنت الہیہ ہے اور تمام میلاد ناموں کا ماننا قرآن کریم ہے۔

محفل میلاد ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ کا مصداق :

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۱﴾ ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کیا۔

امام فخر الدین الرازیؒ نے تفسیر کبیر میں اولاً اس آیت کریمہ کا وہی مفہوم بیان فرمایا جو عام مفسرین کرام بیان کرتے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانی کتابوں میں اپنے حبیب پاک ﷺ کا ذکر کیا، آپ کو خاتم المرسلین بنا کر بھیجا، آپ ﷺ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا لیا، خطبوں میں اور اذانوں میں آپ کا ذکر ہوتا ہے۔ اس کے بعد امام رازیؒ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

كانه تعالى يقول املاً العالم من اتباعك كلهم يثنون عليك ويصلون عليك ويحفظون

سنتك۔ (تفسیر کبیر، الانشراح)

ترجمہ : گویا کہ اللہ تعالیٰ (رسول اللہ ﷺ سے) یہ فرما رہا ہے کہ میں دنیا کو آپ ﷺ کے فرمانبرداروں سے بھر دوں گا جو آپ ﷺ کی تعریف کیا کریں گے اور آپ ﷺ پر درود پڑھا کریں گے اور آپ ﷺ کی سنتوں کی حفاظت وصیانت کیا کریں گے۔

امام رازیؒ کی یہ تفسیر محفل میلاد پر بدرجہ اتم صادق آتی ہے کیونکہ محفل میلاد میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت، رضاعت، حلیمہ شریف، خصائص، معجزات و کمالات کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے، اور جس قدر محفل میلاد میں کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھا جاتا ہے، کسی اور محفل میں اس قدر کثرت سے درود و سلام نہیں پڑھا جاتا۔

میلاد ناموں کا ماخذ کتب احادیث مبارکہ :

قرآن کریم کے بعد شریعت اسلامیہ میں سب سے اہم احادیث مبارکہ کی کتابیں ہیں۔ قرآن مجید کے بعد انہیں کو سب سے بڑا مرجع و ماخذ سمجھا جاتا ہے۔ ان میں چھ کتابیں زیادہ اہم ہیں، جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں :

(۱) امام بخاری المتوفی ۲۵۶ھ کی الجامع الصحیح۔

(۲) امام مسلم المتوفی ۲۶۱ھ کی الجامع الصحیح۔

(۳) امام ابن ماجہ المتوفی ۲۴۳ھ کی سنن ابن ماجہ۔

(۴) امام ابوداؤد المتوفی ۲۴۵ھ کی سنن ابوداؤد۔

(۵) امام ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ کی جامع ترمذی۔

(۶) امام نسائی المتوفی ۳۱۳ھ کی سنن نسائی۔

حدیث کی کتابوں میں محدثین کرام نے طہارت و غسل، نماز، زکوٰۃ، صوم، حج، عقائد، جنت، دوزخ، حشر، طعام و لباس وغیرہ موضوعات و مضامین کے علاوہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے متعلق بھی احادیث مبارکہ کو جمع کیا ہے۔ حدیث کی تمام کتابوں میں نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت، حسب و نسب، وحی، نبوت و رسالت، اخلاق کریمانہ، خصائص و کمالات، معراج، معجزات، ازواج مطہرات، شفاعت، مقام محمود، عبادات کا بیان موجود ہے۔ امام ابوعلی محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ نے ایک باب

کا عنوان ”باب ماجاء فی میلاد النبی ﷺ“ کے نام سے رکھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر ہے۔ محدثین کرام نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے شمائل، حسن و جمال اور ہر ادا کو محفوظ کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کی کتابوں میں حضور ﷺ کے حلیہ مبارکہ، رنگ، چشم مبارک، ناک، دانت، چہرہ، نور، قد، پیشانی، ریش مبارک، زلف، شکم، صدر، ہاتھ، پیر، بازو، کلائیوں، پنڈلیوں، انگلیوں وغیرہ کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

امام ترمذیؒ کی شمائل النبی ﷺ پر ”شمائل الترمذی“ کے نام سے ایک عمدہ اور مستقل کتاب موجود ہے جو اس فن کی پہلی کتاب تصور کی جاتی ہے۔ یہ کتاب علماء کرام کے نزدیک کافی مقبول ہوئی اور علماء کرام نے اس کی شرحیں لکھیں۔ اس کتاب کے وجود میں آنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے شمائل، حسن، تناسب اعضاء پر کتابیں لکھنے کا سلسلہ شروع ہو گیا چنانچہ ”شمائل الترمذی“ کے بعد قاضی عیاضؒ کی تصنیف ”کتاب الشفاء بتعريف حقوق مصطفیٰ ﷺ“ منظر عام پر آئی۔ اس کے علاوہ اس فن میں ابوالعباس کی ”شمائل النبی ﷺ“، مجد الدین فیروز آبادی کی ”سفر السعادة“، یوسف بن اسماعیل کی ”وسائل الوصول الى شمائل الرسول“ قابل ذکر ہیں۔ ان تصنیفات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم کے بعد میلاد ناموں کا دوسرا سب سے بڑا ماخذ احادیث مبارکہ ہیں۔

عہد نبوی ﷺ میں محفل میلاد مبارک :

محفل ذکر میلاد پاک کی اصل اور نظیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ثابت ہیں اس لئے اس کو بدعت و ضلالت کہنا باطل ہے۔ دور نبوی ﷺ میں بھی مستقل طور پر محافل ذکر میلاد مبارک منعقد ہوتی تھیں اور ان میں آپ ﷺ کا ذکر پاک ہوتا تھا، ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں آج کل کی مروجہ کیفیت کے ساتھ ان محفلوں کا وجود نہیں پایا جاتا تھا، لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ جس بیت مجموعی کے ساتھ اس دور کے مدارس وغیرہ موجود ہیں اس بیت کے ساتھ قرونِ ثلثہ میں کسی مدرسہ کا وجود نہیں ملتا لیکن تعلیم دین کی اصل کا اعتبار کرتے ہوئے یہ نہیں کہتے کہ ان اضافی امور کی وجہ سے ان مدارس کی اصلیت باطل ہوگئی، اسی طرح امور مروجہ کی وجہ سے محفل میلاد مبارک بھی سنت سے خارج نہیں ہوئی۔ ”انوار ساطعہ“ کے ضمن میں اس کی صراحت آچکی ہے کہ محافل و مجالس کے امور مروجہ مثلاً تخت، منبر، عطریات کا استعمال، تقسیم شیرینی، کھانا کھلانا یہ سب امور شرعاً جائز ہیں، اس لئے ان امور کے پائے جانے کی وجہ سے محفل میلاد مبارک کو بدعت و ضلالت کہنا درست نہیں ہے۔ محفل میلاد پاک کی اصل ثابت کرنے کے لئے ذیل میں چند احادیث مبارکہ رقم کی جاتی ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

إني عند الله مكتوب خاتم النبیین ، وإن آدم لمنجدل في طينته ، وسأخبركم بأول
أمری دعوة إبراهيم ، وبشارة عيسى ، ورؤيا أمي التي رأيت حين وضعتني ، وقد خرج لها نور
أضاءت لها منه قصور الشام۔ (شرح السنة للبغوی: ۲۰۴/۱۳)

ترجمہ : میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اس حال میں کہ حضرت آدم علیہ السلام گندھی ہوئی مٹی میں تھے اور میں تم سب کو اپنے اول امر کے متعلق بتاتا ہوں کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہے اور میری والدہ کا وہ خواب جو انہوں نے دیکھا جب انہوں نے مجھے جنا تو ان کے واسطے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مستدرک للحاکم، شرح السنة للبغوی، مسند احمد بن حنبل، معجم الکبیر للطبرانی اور دیگر حدیث کی مشہور کتابوں میں موجود ہے۔

اس حدیث کے متعلق حاکم المتوفی ۴۰۵ھ نے مستدرک میں فرمایا :

هذا حديث صحيح الاسناد۔ (مستدرک للحاکم: ۶۰۰/۲)

ترجمہ : یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ صحابہ کرامؓ کی جماعت حضور ﷺ کے سامنے حاضری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: ”ساخبرکم بأول امری“، کیونکہ ”کم“ جمع مذکر حاضر کی ضمیر ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ذکر کے ضمن میں اپنی ولادت باسعادت کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ مستقل طور پر صحابہ کرامؓ کے مجمع میں اپنی اولیت و سابقیت اور ولادت باسعادت کا ذکر فرمایا۔ اس حدیث کے پیش نظریہ کہنا غلط ہے کہ مستقل طور پر محفل میلاد مبارک کا انعقاد بدعت ہے اور عہد نبوی میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں ہے۔ بلکہ محفل میلاد پاک نبی کریم ﷺ کی سنت ہے، باعث اجر و ثواب ہے، اور اس کی اصل و نظیر بھی موجود ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی دوسری احادیث مبارکہ موجود ہیں جن سے صراحت ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ و قفا و قفا صحابہ کرامؓ کے اجتماع و اجلاس میں اپنی اولیت، ولادت باسعادت اور نبی شرف و فضیلت کا ذکر فرماتے رہتے تھے چنانچہ ترمذی شریف میں ہے :

عن المطلب بن أبي وداعة قال : جاء العباس إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فكانه سمع شيئاً فقام النبي صلى الله عليه وسلم على المنبر فقال : من أنا ؟ فقالوا : أنت رسول الله عليك السلام قال : أنا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب إن الله خلق الخلق فجعلني في خيرهم ثم جعلهم فرقتين فجعلني في خيرهم فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلني في خيرهم قبيلة ثم جعلهم بيوتاً فجعلني في خيرهم بيتاً وخيرهم نفساً۔

قال أبو عيسى : هذا حديث حسن۔ (ترمذی: ۵۴۳/۵)

ترجمہ : حضرت مطلب بن ابی وداعہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عباسؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے گویا انہوں نے کوئی (ناگوار) بات سنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور دریافت فرمایا: میں کون ہوں؟

صحابہ کرام نے عرض کیا: آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں عبد اللہ بن عبد المطلب کا بیٹا محمد (ﷺ) ہوں، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے بہترین انسانوں میں پیدا فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو گروہ میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین طبقہ میں پیدا فرمایا، پھر اس طبقہ کو مختلف قبائل میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین قبیلہ میں پیدا فرمایا پھر ان کے گھرانے بنائے تو مجھے عمدہ گھرانے اور نسب میں پیدا فرمایا۔

ابوعلیٰ (امام ترمذی) نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اس حدیث میں تامل کرنے کے بعد کسی انسان کو ذرا بھی شک و شبہ نہیں ہوگا کہ محفل، جلسہ اور کانفرنس کر کے مجمع عام میں ذکر میلاد النبی ﷺ کرنا حدیث سے ثابت ہے کیونکہ مذکورہ حدیث کا تعلق کسی شرعی مسئلہ سے نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت، حب و نسب اور ذاتی عظمت و فضیلت سے ہے۔ اور یہ کہ مجمع عام میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرنا سنت ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر صحابہ کرامؓ کے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا ”میں عبد اللہ بن عبد المطلب کا بیٹا محمد (ﷺ) ہوں“ حضور ﷺ کے اس خطاب کا تعلق براہ راست آپ ﷺ کے میلاد مبارک سے ہے۔ ترمذی شریف کی ایک اور حدیث ہے جس میں آپ نے اپنی جسی و نسب و فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الله اصطفى من ولد إبراهيم إسماعيل واصطفى من ولد إسماعيل بني كنانة واصطفى من بني كنانة قريشا واصطفى من قريش بني هاشم واصطفاني من بني هاشم۔

قال أبو عيسى هذا حديث حسن صحيح – (ترمذی: ۵۸۳/۵)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا انتخاب فرمایا، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو، اور کنانہ کی اولاد میں سے قریش کو، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔

ابوعلیٰ (امام ترمذی) نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فضائل و مناقب بیان کرنے کے لئے خود اجتماع مجلس کا اہتمام فرماتے تھے چنانچہ

حدیث میں ہے :

عن عقبه بن عامر ان النبي صلى الله عليه وسلم خرج يوما فصلى على أهل أحد صلته على البيت ثم انصرف الى المنبر فقال اني فرط لكم وانا شهيد عليكم اني والله لا انظر الى حوضي الآن واني قد اعطيت مفتاتيح خزائن الارض او مفتاتيح الارض واني والله ما اخاف عليكم ان تشرکوا بعدى ولكن اخاف ان تتنافسوا فيها – (مسلم، باب اثبات حوض

نبينا صلى الله عليه وسلم: ۲۵۰/۲، بخاری، باب الصلوة على الشهيد: ۱۷۹/۱)

ترجمہ : حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ (احد کی طرف) نکلے تو آپ ﷺ نے شہدائے احد کے لئے نماز جنازہ کی طرح دعا فرمائی پھر آپ منبر پر تشریف لائے تو فرمایا: بلاشبہ میں تم سبھوں کا پیش رو ہوں، اور میں تم پر شاہد یعنی تم لوگوں سے باخبر ہوں۔ اللہ کی قسم بلاشبہ میں اس وقت اپنا حوض (حوض کوثر) دیکھ رہا ہوں، اور بے شک مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں یا آپ نے یہ فرمایا تھا کہ مجھے زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں (راوی کو اس میں شک ہے)۔ اللہ کی قسم بلاشبہ مجھے یہ ڈر نہیں ہے کہ میرے بعد تم لوگ شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ تم دنیا (پرستی) میں باہم فخر کرو گے۔

یہاں ”فصلی علی اہل احد صلاتہ علی المیت“ کا ترجمہ: ”آپ ﷺ نے شہدائے احد کے لئے نماز جنازہ کی طرح دعا فرمائی“ کیا گیا کیونکہ امام نوویؒ نے اس کی یہی شرح کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

قوله : (فصلی علی اہل احد صلاتہ علی المیت) ای دعائہم بدعاء صلاة المیت۔ (شرح النووی علی مسلم، باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ : راوی کا قول: ”فصلی علی اہل احد صلاتہ علی المیت“ یعنی ان کے لئے دعا فرمائی نماز جنازہ کی دعاء کی طرح۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے، حدیث کے بعد بخاری شریف اور مسلم شریف، دونوں کا حوالہ مع باب اور صفحہ نمبر درج ہے۔ قبرستان میں منبر رکھنے کی روایت نہیں ملتی ہے، تو سوال یہ ہے کہ قبرستان میں یہ منبر کہاں سے آیا جس پر رسول اللہ ﷺ نے تقریر فرمائی؟ احقر العباد کو کسی صحیح حدیث سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ جس وقت آپ ﷺ شہدائے احدؓ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اسی وقت آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو منبر لانے کا حکم دیا تھا، یا صحابہ کرامؓ کا یہ معمول تھا کہ وہ حضور ﷺ کے لئے منبر کو اپنے ساتھ لے کر چلتے تھے، بہر حال اس حدیث میں یہ صراحت ہے کہ شہدائے احد کے لئے دعاء فرمانے کے بعد خود حضور ﷺ نے اپنے کمالات، خصائص و مناقب بیان فرمانے کے لئے محفل و مجلس کا اہتمام فرمایا اور صحابہ کرام کے مجمع میں اپنے فضائل و مناقب کا ذکر فرمایا، اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فضائل و شمائل اور معجزات کا بیان کرنے کے لئے محفل منعقد کرنا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔

صحابہ کرامؓ بھی محفل منعقد کر کے انبیاء کرام علیہم السلام کے فضائل، مناقب، شمائل، خصائص اور معجزات کا ذکر فرماتے تھے چنانچہ ترمذی شریف میں ہے :

عن ابن عباس قال: جلس أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ينتظرونه قال فرج حتى إذا سمعهم يتذاكرون فسمع حديثهم فقال بعضهم عجباً أن الله عز وجل اتخذ من خلقه خليلاً اتخذ إبراهيم خليلاً وقال آخر ماذا بأعجب من كلام موسى كلبه تكليماً وقال آخر

فعیسی کلمۃ اللہ وروحہ وقال آخر آدم اصطفاه اللہ فخرج علیہم فسلم وقال قد سمعت کلامکم وعجبکم أن إبراهیم خلیل اللہ وهو كذلك وموسیٰ نجی اللہ وهو كذلك وعیسیٰ روح اللہ وکلمتہ وهو كذلك وادم اصطفاه اللہ وهو كذلك ألا وأنا حبیب اللہ ولا فخر وأنا حامل لواء الحمد یوم القیامۃ ولا فخر وأنا أول شافع وأول مشفع یوم القیامۃ ولا فخر وأنا أول من یحرک حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی فیدخلنیہا ومعی فقراء المؤمنین ولا فخر وأنا أکرم الأولین والآخرین ولا فخر۔ (ترمذی، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۵۸۴/۵)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ کرامؓ بیٹھ کر حضور ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ راوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ ان کے قریب ہوئے تو ان کو آپس میں گفتگو کرتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ نے ان کی باتیں سنیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے فرمایا: حیرت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو (اپنا) دوست بنایا۔ دوسرے صحابیؓ نے فرمایا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام سے زیادہ عجیب نہیں ہے (یعنی اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا (ان سے گفتگو فرمائی)۔ ایک اور دوسرے صحابیؓ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ ایک اور دوسرے صحابیؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو منتخب فرمایا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ کے مجمع میں تشریف لائے تو سلام کیا اور فرمایا: میں نے تم سب کی باتیں سن لیں اور اظہار تعجب بھی سن لیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں اور وہ ایسا ہی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ سے سرگوشی کرنے والے ہیں اور وہ ایسا ہی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں اور وہ ایسا ہی ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور وہ ایسا ہی ہیں، آگاہ ہو جاؤ! اور میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور (لیکن مجھے) کوئی فخر نہیں (یعنی میں فخر نہیں کرتا ہوں)، میں قیامت کے روز لواء حمد اٹھاؤں گا اور (لیکن مجھے) کوئی فخر نہیں، قیامت کے روز میں ہی پہلا شافع اور مشفع ہوں گا اور (لیکن مجھے) کوئی فخر نہیں اور میں ہی پہلا شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے کھول دے گا مجھے اس میں داخل فرمائے گا، میرے ساتھ فقیر و مسکین مسلمان داخل ہوں گے اور (لیکن مجھے) کوئی فخر نہیں، اگلے اور پچھلے تمام انسانوں میں سب سے زیادہ معزز و محترم میں ہی ہوں (لیکن مجھے اس پر) کوئی فخر نہیں۔

اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ذکر مصطفیٰ ﷺ کے لئے محافل کا اہتمام کرنا مقتضائے سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ صحابہ کرامؓ اجتماع کر کے کسی شرعی مسئلہ میں گفتگو نہیں فرما رہے تھے بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے فضائل و مناقب بیان کر رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے کلام کو سنا اور ان کی تصدیق فرمائی۔ ان سے یہ نہیں فرمایا کہ تم انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیوں کر رہے ہو اس سے کیا فائدہ ہوگا، العیاذ باللہ۔ بلکہ آپ ﷺ نے ان کے کلام کی تائید فرمائی اور صحابہ کرامؓ کے مجمع میں

اپنے فضائل و مناقب اور خصائص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اللہ کا حبیب ہوں، قیامت کے دن لواءِ حمد میرے ہاتھ میں ہوگا، میں ہی پہلا شافع اور مشفع ہوں گا، میں ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور میں ہی تمام انسانوں میں سب سے زیادہ معزز و مکرم ہوں۔

محفل میلاد مبارک میں بھی حضور ﷺ کے انہیں مناقب، شمائل، خصائص و کمالات کا ذکر کیا جاتا ہے، اس لئے اب یہ کہنے کی گنجائش باقی نہیں ہے کہ محفل کا اہتمام کر کے ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے علاوہ دیگر احادیث مبارکہ سے بھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ولادت باسعادت اور فضائل و خصائص کا ذکر صحابہ کرامؓ کے مجمع میں فرمایا۔ بلکہ احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مجالس و محافل میں نبی کریم ﷺ کا ذکر پاک کرنا عین سنت ہے۔

احادیث مبارکہ سے عہدِ نبوی ﷺ میں محفل میلاد مبارک کو ثابت کرنے کے بعد اب ذیل میں عربی کے ان منتخب نعتیہ کلام کو پیش کیا جا رہا ہے جن کو حضور اقدس ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرامؓ کے مجمع میں سنایا گیا۔

اس ضمن میں سب سے پہلے حضرت حسان بن ثابتؓ کے نعتیہ کلام کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا لیکن اس سے قبل اس امر سے واقفیت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس دور میں اشعار کی کیا قیمت تھی؟ عربی زبان و ادب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اشعار بہت جلد پھیل جاتے تھے اور زبان زد ہو جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ اس دور میں رائے عامہ کو بنانے اور بگاڑنے کے لئے اشعار کو اہم ذریعہ تصور کیا جاتا تھا۔ ہجرت کرنے کے بعد بھی کفار مکہ نے اسلام کی مخالفت بند نہیں کی، اگر اس کا تعلق محض رسالت مآب ﷺ سے ہوتا تو معاف کر دیا جاتا ہے لیکن ان کی بدزبانی اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن رہی تھی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کے ناموس کی حفاظت و صیانت کون کرے گا؟ حضرت حسان بن ثابتؓ اس کام کے لئے تیار ہوئے۔ انہوں نے اسلام کا دفاع اور مدحت رسول ﷺ کے لئے اپنی شاعری وقف کر دی، اسی لئے وہ شاعر اسلام اور شاعر رسول کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ ایمانی جذبہ اور حب رسول میں فنا ہو کر رسول اللہ ﷺ کی نعت لکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے نعتیہ کلام نہایت پر کیف ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اشعار سننے کے لئے مسجدِ نبوی میں منبر رکھواتے تھے چنانچہ ترمذی شریف میں ہے:

عن عائشة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع لحيان منبرا في المسجد يقيم عليه قائما يفاخر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أو قال ينافح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ويقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله يؤيد حسان بروح القدس ما يفاخر أو ينافح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (ترمذی، باب ما جاء في انشاد الشعر: ۱۳۸/۵)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی میں حضرت حسانؓ کے لئے منبر رکھواتے تھے جس پر وہ کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے متعلق فخریہ اشعار پڑھتے یا فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے۔

(اشعار سن کر فرط و انبساط میں) رسول اللہ ﷺ فرماتے: بلاشبہ اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعہ (حضرت) حسان (رضی اللہ عنہ) کی مدد فرماتا ہے جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق فخریہ اشعار پڑھتے ہیں یا فرمایا ان کا دفاع کرتے ہیں۔
مسلم شریف میں ہے :

قالت عائشة فسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لحسان ان روح القدس لا يزال يؤيدك ما نأخث عن الله ورسوله۔ (مسلم، باب فضائل في حسان بن ثابت : ۱۶۳/۴، سنن البيهقي، باب شهادة الشعراء : ۲۳۸/۱۰)

ترجمہ : حضرت عائشہؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت حسان سے فرماتے ہوئے سنا: بے شک روح القدس تمہاری مدد کرتے ہیں جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کا دفاع کرتے ہو۔
عربی داں طبقہ کو اس امر سے واقفیت ہے کہ جب فعل مضارع کے شروع میں لفظ ”كان“ داخل ہوتا ہے تو ماضی استمراری بن جاتی ہے۔ ماضی استمراری وہ ہے جس سے گزرے ہوئے زمانہ میں کسی کام کا لگاتار ہونا معلوم ہو۔ اس حدیث میں ”كان رسول الله يضع“ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کے لئے مسجد نبویؐ میں صرف ایک بار منبر نہیں رکھوایا تھا بلکہ مجمع عام میں اپنے متعلق فخریہ اشعار سننے کے لئے مسجد نبویؐ میں حضرت حسانؓ کے لئے بار بار منبر رکھواتے تھے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محفل میں جس طرح رسول اللہ ﷺ کا ذکر نشر میں کرنا درست ہے اسی طرح اشعار میں کرنا بھی صحیح ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے نعتیہ قصائد میں وہ قصیدہ بھی بہت مشہور ہے جس کو انہوں نے فتح مکہ سے قبل حضرت ابوسفیان کے جھوکے جواب میں کہا تھا۔ مسلم شریف کے حوالہ سے اس کے چند اشعار پیش کرتا ہوں :

قَالَ حَسَّانُ :

هجوت محمدا فأجبت عنه ❁ وعند الله في ذاك الجزاء

هجوت محمدا برا تقيا ❁ رسول الله شيمته الوفاء

فإن أبي ووالده وعرضي ❁ لعرض محمد منكم وقاء

— (مسلم، باب فضائل حسان بن ثابت : ۱۶۳/۴، سنن البيهقي الكبرى، باب شهادة

الشعراء : ۲۳۸/۱۰)

ترجمہ : حضرت حسان نے (فتح مکہ سے قبل حضرت ابوسفیان کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا :

(۱) تم نے محمد ﷺ کی برائی کی تو میں نے ان کی جانب سے جواب دیا، اور اللہ تعالیٰ کے پاس میرے اس جواب کا جزاء ہے۔

(۲) تم نے ایسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی کی جو نیک، متقی، اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں، جن کی خصلت و فاشعاری ہے۔

(۳) میرے والد اور ان کے والد اور میری عزت، محمد (ﷺ) کی عزت کے لئے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے تشریف لائے تو پہلے مسجد میں آئے اور وہاں صحابہ کرام کے مجمع میں بیٹھ گئے پھر حضرت عباس بن عبد المطلب نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کی تعریف و توصیف کرنا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے ان کو اجازت عطا فرمائی تو ایسے اشعار پڑھے جن میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر موجود ہے، چنانچہ مستدرک للحاکم میں ہے:

خریم بن اوس بن حارثہ بن لام رضی اللہ عنہ یقول: ہاجرت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منصرفہ من تبوک، فأسلمت فسمعت العباس بن عبد المطلب یقول: یا رسول اللہ، انی ارید ان امتدحک، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (قل لا یففض اللہ فاک) قال: فقال العباس:

من قبلها طبت فی الظلال وفي * مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر * انت و لا مضغة ولا علی
بل نطفة تریب السفین وقد * الجم نسرا واهله الغرق
تنقل من صالب الی رحم * اذا مضی عالم بدا طبق
حتی احتوی بیتک المہمین من * خندف علیاء تحتها النطق
وانت لها ولدت اشرفت الی * رض و ضاءت بنورک الأفق
فنحن فی ذلک الضیاء وفي * النور و سبیل الرشاد نخترق

— (مستدرک للحاکم، ذکر مناقب العباس بن عبد المطلب بن ہاشم عمر رسول اللہ ﷺ: ۳/۳۷۰)

ترجمہ: حضرت خرم بن اوس بن حارثہ بن لام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس وقت آپ ﷺ تبوک سے تشریف لائے، میں مسلمان ہوا تو میں نے حضرت عباس بن عبد المطلب کو فرماتے ہوئے سنا، یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ کی مدح کرنا چاہتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیان کیجئے، اللہ آپ کی زبان کبھی بند نہ کرے (قوت گوئی میں کمی نہ کرے) حضرت عباس نے فرمایا:

(۱) آپ ﷺ ولادت سے پہلے سایوں (عمدہ حالت) میں تھے صلب (آدم علیہ السلام) میں جہاں پتے (بدن پر) لپٹے جاتے تھے (یعنی جنت میں)۔

(۲) پھر آپ (صلب آدم علیہ السلام) میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ (زمین پر اترے نہ اس وقت آپ ﷺ بشر تھے، نہ گوشت کا لوتھڑا اور نہ خون بہتہ۔

(۳) بلکہ آپ ﷺ کشتی میں سوار (صلب سام بن نوح علیہ السلام میں) ایک لطفہ تھے اس حال میں کہ بت نسرا اور اس کے پوجنے والوں کو طوفان نے غرق کر دیا۔

- (۴) آپ ﷺ منتقل ہوتے رہے ایک پشت سے ایک رحم میں جب ایک زمانہ گزر گیا، دوسرا زمانہ آیا۔
 (۵) یہاں تک کہ آپ ﷺ کا مبارک نسب خندق کے بلند نسب سے شامل ہو گیا جب کہ (دوسرے لوگ) اس مقام سے بچے ہیں۔

(۶) اور جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ ﷺ کے نور سے افق روشن ہو گیا۔

(۷) اب ہم اسی روشنی اور نور میں ہیں اور ہدایت کے راستہ پر چل رہے ہیں۔

معجم الکبیر للطبرانی میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں :

قال خريم بن اوس بن حارث بن لام: كنا عند النبي صلى الله عليه وسلم، فقال له العباس بن عبد المطلب رحمه الله: يا رسول الله إني أريد أن أمدحك، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: (هات لا يفضض الله فاك) فأنشأ العباس - (المعجم الكبير للطبراني: ۲۱۳/۴)

ترجمہ : حضرت خرم بن اوس بن حارث بن لام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے تو حضرت عباس بن عبد المطلب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ کی تعریف کرنا چاہتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیان کیجئے، اللہ آپ کی زبان کبھی بند نہ کرے (قوت گوئی میں کمی نہ کرے) پھر حضرت عباس نے (مذکورہ بالا) اشعار پڑھے۔

حضرت عباسؓ کے اشعار میں حضور اکرم ﷺ کی اولیت کا ذکر ہے، اس کے ساتھ یہ بھی ذکر ہے کہ آپ ﷺ ایک صلب سے دوسرے صلب میں کس طرح منتقل ہوتے رہے اور آپ کی برکت سے مصائب میں انبیاء علیہم السلام اور مومنین نجات پاتے رہے، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو زمین روشن ہو گئی اور عالم منور ہو گیا۔ حضرت عباسؓ نے مذکورہ بالا اشعار کو صحابہ کرامؓ کے مجمع میں سنایا جس میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ ان اشعار کے شروع یا آخر میں کوئی پسند و نصیحت بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ کہا جاسکے کہ بنیادی مقصد تو کچھ اور تھا لیکن ضمناً حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر آگیا۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ بالاستقلال محفل میلاد النبی ﷺ منعقد کر کے مجمع میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر کرنا اور آپ ﷺ کی مدحت و تعریف کرنا اور سننا صرف جائز ہی نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی سنت ہے۔

زہیر بن ابی سلمیٰؓ دور جاہلی کے نامور اور قادر الکلام شاعر تھے ان کا شمار اصحاب معلقات میں ہوتا ہے، ان کا قصیدہ سبوعہ معلقہ کا تیسرا قصیدہ ہے۔ ان کے دونوں بیٹے عجبیہ بن زہیر اور کعب بن زہیر بھی چوٹی کے شاعر تھے۔ بحیر بن زہیر مدینہ منورہ پہنچ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے تو کعب بن زہیر بہت برہم ہوئے اور اپنے بھائی کی برائی کی، اور حضور انور ﷺ کی بجو کا ارتکاب کر بیٹھے، حضور اکرم ﷺ نے کعب بن زہیر کے خون کو مباح کر دیا، ان کے خون کے مباح ہونے کی اطلاع مسلمانوں کو ہو گئی،

اس کے بعد ان کی زندگی خطرہ میں پڑ گئی، حضور ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر وہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے، فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کعب اپنے گناہوں سے توبہ کر کے مسلمان ہونے کے لئے آیا ہے۔ اگر اسے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دوں تو کیا آپ ﷺ اسے معاف فرما دیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس کے بعد انہوں نے عرض کیا: میں ہی کعب ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں اپنا ہاتھ دے کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور مسجد نبوی میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں صحابہ کرام کی موجودگی میں اپنا قصیدہ سنایا جس کا مطلع ہے :

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول
متیم اثرھا لم یفد مکیبول

چنانچہ سیرت بن ہشام میں ہے :

حتى قدم المدينة فنزل علی رجل كانت بينه وبينه معرفة من جهينة كما ذكر لي
فغدا به الى رسول الله صلى الله عليه وسلم حين صلى الصبح فصلى مع رسول الله صلى الله عليه
وسلم ثم أشار له إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال هذا رسول الله فقم إليه
فاستأمنه فذكر لي أنه قام الى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى جلس إليه فوضع يده في
يده وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يعرفه فقال يا رسول الله إن كعب بن زهير قد جاء
ليستأمن منك تأثبا مسلما فهل أنت قابل منه إن أنا جئتك به قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم نعم قال أنا يا رسول الله كعب بن زهير۔

قال ابن إسحاق فحدثني عاصم بن عمرو بن قتادة أنه وثب عليه رجل من الأنصار فقال يا
رسول الله دعني وعدو الله أضرب عنقه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم دعه عنك فإنه
قد جاء تأثبا نازعا عما كان عليه قال فغضب كعب على هذا الحى من الأنصار لما صنع به
صاحبهم وذلك أنه لم يتكلم فيه رجل من المهاجرين إلا بخير فقال في قصيدته التي قال
حين قدم على رسول الله صلى الله عليه وسلم :

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول ❁ متیم اثرھا لم یفد مکیبول

— (السيرة النبوية لابن هشام: باب امر كعب بن زهير بعد انصرافه: ۱۸۲/۵)

ترجمہ : (کعب بن زہیر مدینہ منورہ) آئے تو قبیلہ جہینہ کے ایک آدمی کے یہاں ٹھہرے جن کو وہ پہلے سے جانتے تھے، نماز فجر کے وقت وہ آدمی ان کو (مسجد نبوی میں) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر گیا، اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (فجر کی) نماز ادا کی، اس کے بعد اس آدمی نے کعب بن زہیر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہ آنحضرت ﷺ ہیں، ان کے پاس جا کر امان طلب کرو، وہ آنحضرت ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ کے سامنے

بیٹھ گئے، اور اپنے ہاتھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں دیدیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ ان کو نہیں پہچانتے تھے، پھر انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کعب بن زہیر آپ ﷺ کے پاس توبہ کرتے ہوئے مسلمان ہو کر آپ ﷺ سے امان طلب کرنے آیا ہے، اگر میں انہیں آپ ﷺ کے پاس لے آؤں تو آپ ﷺ ان کو معاف کر دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ہی کعب بن زہیر ہوں۔

ابن اسحاق نے فرمایا: حدیث بیان کی مجھ سے عاصم بن عمرو بن قتادہ نے کہ (قتل کرنے کے لئے) ایک انصاری صحابی ان پر ٹوٹ پڑے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے اور اس دشمن خدا کو چھوڑ دیجئے، میں اس کی گردن اڑا دیتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو وہ توبہ کر کے اور اپنی تمام گچھلی باتوں کو چھوڑ کر آیا ہے۔ ان کی اس حرکت کی وجہ سے کعب انصار کے اس قبیلہ سے ناراض ہو گئے اور یہ کہ ان کے متعلق خیر کی باتیں کیں پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنا قصیدہ پڑھا :

آج سعادت جدا ہو گئی تو میرا دل بے چین ہے، میں اس کے پیچھے ایسا محبت کا غلام ہوں جس کے پیر میں بیڑیاں ہیں اور جس کی رہائی کے واسطے فدیہ نہیں دیا گیا۔
بعض روایات میں ہے کہ حضرت کعب بن زہیر نے مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملاقات کی اور وہ ان کو مسجد نبوی میں لے گئے چنانچہ طبقات فحول الشعراء میں ہے :

فأتى أبا بكر فلما صلى الصبح أتى به وهو متلثم بعباءته فقال يا رسول الله رجل يبإيعك على الإسلام وبسط يده وحسر عن وجهه وقال بأبي أنت وأمي يا رسول الله هذا مكان العائذ بك أنا كعب بن زهير فتجهته الأنصار وغلظت عليه لباذكر به رسول الله ولانت له قریش وأحبوا إسلامه وإيمانه فأمنه رسول الله فأئشد - (طبقات فحول الشعراء لابن سلام الجمحي، الطبقة الثانية: ۱۰۱/۱)

ترجمہ : (مدینہ منورہ پہنچ کر) وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے (اور وہ ان کو مسجد نبوی میں لے کر آئے) جب حضور ﷺ نے نماز ادا کر لی تو وہ ان کو آنحضرت ﷺ کے پاس لے آئے، اس وقت (کعب بن زہیر نے) اپنا چہرہ اپنے صافہ سے ڈھانپ رکھا تھا، حضرت ابو بکر نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ایک آدمی آپ ﷺ سے اسلام کی بیعت لینے آیا ہے، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک پھیلا دیا اور کعب بن زہیر نے اپنا چہرہ کھول دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، میں آپ ﷺ ہی کی پناہ میں آیا ہوں۔ میں ہی کعب بن زہیر ہوں۔ یہ سنتے ہی انصار غصہ ہو گئے اور ان سے سخت کلام کرنے لگے اور قریش نے ان کے ساتھ نرمی کی اور چاہا کہ وہ ایمان لے آئیں۔ حضور ﷺ نے ان کو امان دیدی اور کعب نے اپنا مدحیہ قصیدہ پڑھا۔

غور طلب ہے کہ ابھی ابھی حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے ہیں۔ بعد نماز فجر آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ نشست فرمائی، جس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کرامؓ موجود ہیں، اس محفل میں حضرت کعب بن زہیر مدحیہ قصیدہ سنارہے ہیں، اور تمام حاضرین کیفیت و سرور کے ساتھ اس قصیدہ کو سن رہے ہیں، اہل مجلس میں سے کسی نے حضرت کعب بن زہیرؓ سے یہ نہیں کہا کہ ابھی آپ اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوئے ہیں پہلے کچھ دین و اسلام کے احکام سیکھ لیجئے یہ شعر و شاعری تو بعد میں بھی ہو سکتی ہے، اور نہ کسی نے یہ کہا کہ ابھی فجر کی نماز ہوئی ہے پہلے کچھ دین کی بات ہو جائے اور پہلے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں یاد کر لو بعد میں یہ شعر و شاعری نہشت ہوتی رہے گی۔ جب کہ حضرت کعب بن زہیرؓ نے اس قصیدہ کو جاہلی ریت کے مطابق تشبیہ سے شروع کیا اور قصیدہ کے مطلع میں اپنی فرضی مجاہدہ معاد کا ذکر کیا۔ بہر حال حضرت کعب بن زہیرؓ اپنا قصیدہ سناتے رہے اور اہل محفل اس کو سنتے رہے کچھ اشعار کے بعد حضرت کعبؓ نے حضور ﷺ کی مدح میں یہ شعر پڑھا :

إِنَّ الرُّسُولَ لَنُورٍ يَسْتَضَاءُ بِهِ ۖ وَصَارَ مِنْ سَيُوفِ اللَّهِ مَسْلُوكٌ

— (سنن البیہقی الکبری: باب من شہب فلعہ یسم احدا لہ ترد: ۵/۱۰۲۳)

ترجمہ : بے شک رسول اللہ ﷺ نور ہیں جن سے اجالا حاصل کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمثیروں میں سے بے نیام تلوار ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ شعر سنا تو آپ ﷺ اس قدر خوش ہوئے کہ اپنی چادر مبارک اتار کر حضرت کعب بن زہیرؓ کو اڑھادی، اور اسی کی وجہ سے اس قصیدہ کا نام ”قصیدہ بردہ“ پڑ گیا۔ معجم الصحابہ میں ہے :

فكساة النبي صلى الله عليه وسلم بردة له، فاستراها معاوية من ولده بمال، فهي البردة

التي تلبسها الخلفاء في الأعياد — (معجم الصحابہ: ۵/۳۳۲)

ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے ان (کعب بن زہیرؓ) کو چادر (مبارک) اڑھادی، جس کو حضرت معاویہؓ نے ان کی اولاد سے خرید لی، یہی وہ چادر تھی جسے عیدوں کے موقع پر (تبرکا) خلفاء پہنتے تھے۔

اس روایت میں صراحت کے ساتھ مسجد نبوی میں قصیدہ بردہ سنانے کا ذکر موجود ہے۔ فجر کی نماز کے بعد محفل منعقد ہوئی جس میں حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ قصیدہ بردہ سنا۔ جب کعب بن زہیرؓ نے وہ شعر پڑھا جس میں نبی کریم ﷺ کی مدح ہے تو آپ ﷺ اس قدر خوش ہوئے کہ اپنی چادر مبارک عطا کر کے شاعر اور شعر دونوں کو عمر جاوید عطا فرمائی۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے اس قصیدہ کو مقبولیت کی سند مل گئی یہی وجہ ہے کہ مختلف زبانوں میں اس کی بے شمار شرحیں لکھی گئیں اور آج بھی اس قصیدہ کو پڑھنا باعث ثواب اور خیر و برکت سمجھا جاتا ہے اور بعض ممالک میں سیرت کے جلسوں میں اس کو پڑھا بھی جاتا ہے۔ کیا اب بھی ایک انصاف پسند شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ محفل منعقد کر کے نبی کریم ﷺ کے فضائل کو سننا بدعت ہے جب کہ خود مرجع شریعت رسالت مآب ﷺ محفل میں اپنے جاں نثاروں کے ساتھ اپنی تعریف سن رہے ہیں اور فرط و انبساط

میں شاعر کو اپنا پیرا بن مبارک عطا فرما رہے ہیں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ جس وقت کعب بن زہیرؓ نے وہ شعر پڑھا جو نعت کا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو توجہ سے سننے کا حکم دیا، چنانچہ مستدرک للحاکم میں ہے :

عن موسى بن عقبة، قال: أنشد النبي صلى الله عليه وسلم كعب بن زهير بأنت سعاد في مسجده بالمدينة فلما بلغ قوله :

إن الرسول لسيف يستضاء به ❀ وصارم من سيوف الله مسلول

في فتية من قریش قال قائلهم ❀ ببطن مكة لما أسلموا زولوا

أشار رسول الله صلى الله عليه وسلم بكبه إلى الخلق ليسمعوا منه - (المستدرک

للحاکم: ۵۸۲/۳)

ترجمہ : موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے کہ کعب بن زہیرؓ نے مسجد نبویؐ میں رسول اکرم ﷺ کو قصیدہ بانت سعاد سنایا جب انہوں نے یہ اشعار پڑھے :

إن الرسول لسيف يستضاء به ❀ وصارم من سيوف الله مسلول

في فتية من قریش قال قائلهم ❀ ببطن مكة لما أسلموا زولوا

تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ وہ (کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو توجہ کے ساتھ) سنیں۔

احقر العباد کے نزدیک اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ جب کعب بن زہیرؓ نے اپنے شعر میں حضور ﷺ کی مدح و تعریف کی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کو خوب بلند کر کے صحابہ کرامؓ کو متوجہ فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کی نعت کو توجہ کے ساتھ سنیں۔ مسجد نبویؐ میں رسول اقدس ﷺ اپنی مدح و تعریف سننے کے لئے صحابہ کرامؓ کو کعب بن زہیرؓ کی طرف متوجہ فرما رہے ہیں اور اس زمانہ میں کچھ لوگ محفل میں نبی کریم ﷺ کے فضائل و مناقب بیان کرنے کو بدعت کہہ رہے ہیں، بہت افسوس کی بات ہے۔

جب رسول اکرم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو اس وقت نہایت ہی روح پرور منظر تھا۔ ہر شخص گرم جوشی کے ساتھ آپ ﷺ کا استقبال کر رہا تھا۔ عاشقان رسول ﷺ، حن مصطفیٰ ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے چین و بے قرار تھے۔ خواتین اور لڑکیاں اپنے گھروں سے باہر نکل آئی تھیں۔ ہر طرف تقدیس و تحمید کے ترانے فضاؤں میں گونج رہے تھے۔ مدینہ منورہ کی بچیاں دف بجا کر بلند آواز سے پڑھ رہی تھیں :

طلع البدر علينا ❀ من ثنيات الوداع

وجب الشکر علينا ❀ ما دعا لله داع

ایہا المبعوث فینا ❁ جئت بالأمر المطاع

— (البداية والنهاية لابن كثير، فصل في دخوله عليه السلام: ۲۳۱/۳)

ترجمہ : ثنیات الوداع (عوالی کے قریب پہاڑی کا وہ مقام جہاں سے قافلے رخصت کئے جاتے تھے) سے ہم پر چودھویں کا چاند نکل آیا۔

جب تک دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا رہے گا ہم پر اس کا شکر واجب ہے۔

اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی! آپ ایسا حکم لائے ہیں جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے۔

جب حضور ﷺ بنی نجار کے محلہ میں داخل ہوئے تو ان کی پچیاں بھی آپ ﷺ کے استقبال میں دف بجا کر گاری

تھیں چنانچہ البدایہ والنهاية میں ہے :

فخرجت جوار من بنی النجار یضربن بالدفوف وهن یقلن :

نحن جوار من بنی النجار ❁ یا حیذا محمد من جار

ترجمہ : بنی نجار کی لڑکیاں باہر نکلیں اور وہ دف بجا کر گاری تھیں :

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں، خوش نصیبی ہے کہ آج محمد ﷺ ہمارے پڑوسی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری پر یہ اشعار، مدینہ منورہ کی لڑکیاں گھروں سے باہر نکل کر گاری تھیں اور حضور ﷺ کا قافلہ اور مدینہ منورہ کے تمام لوگ ان کو سن رہے تھے۔ یہ ترانے سن کر حضور ﷺ بھی خوشی کا اظہار فرما رہے تھے۔ بہر حال

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے صراحت کے ساتھ یہ معلوم ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت، فضائل و مناقب اور معجزات

کا بیان کرنے کے لئے مستقل طور پر کسی محفل اجتماع کا اہتمام کرنا سنت رسول ﷺ ہے اور سنت صحابہؓ بھی۔ اس لئے محفل

میلا دالبی کو بدعت و ضلالت کہنا خود ضلالت ہے۔

— (جاری)

فضیلت کی پگڑی

از : جناب حکیم سید محمد یوسف رضوی رحمۃ اللہ علیہ

جدنا الکریم حکیم سید محمد یوسف رضوی پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کی ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ میں لکھی گئی ایک دل چسپ اور یادگار تحریر ”فضیلت کی پگڑی“ جو حضرت قمر طلعت اور حضرت امام المتقین قدس اللہ سرہما کی دستار فضیلت کی روداد سے متعلق ہے، برادر عزیز حافظ مولوی فصیح الدین محمد عاصم زینبی سلمہ اللہ وعافاہ کی کوشش سے موصول ہوئی، عزیز موصوف کے شکریہ کے ساتھ ۲۹ جمادی الاولیٰ میں عرس نشین کے موقع پر قارئین المجیب کے لئے پیش ہے، نیز حضرت قبلہ شاہ سلیمان جشتی رحمۃ اللہ علیہ کا قطعہ تاریخ اور حضرت شہودیؒ کا ایک طویل قصیدہ جس کو انہوں نے اس موقع کی مناسبت سے تخلیق فرمایا تھا، دونوں کو اس مضمون کے آخر میں شامل کیا جا رہا ہے۔ (محمد آیت اللہ قادری)

لوگ بولتے تھے ”فلاں کا پڑھنا ختم ہو گیا فضیلت کی پگڑی بندہ گئی“ مجھے یہ سن کر حیرت ہوتی تھی فضیلت کی پگڑی کیسی ہوتی ہے؟ شاید بہت خوبصورت اور قیمتی ہوگی، ضرور اس میں سچے موتی نکلے ہوں گے، یقینی میری زر کی ٹوپی سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہوگی، مجھے اس پگڑی کے دیکھنے کی بے انتہا تمنا تھی، مجھے اپنی عمر کے دسویں سال اس پگڑی کے دیکھنے کا موقع ملا، یہ عمر شعور کی ہے، احساس و ادراک کی نہیں، اس عمر میں سبھی تماشے کے شائق ہوتے ہیں، میں نے بھی ایک تماشا دیکھا، اس تماشے میں علماء کا مجمع تھا، صوفیاء کا اجتماع تھا، بڑی بڑی مقدس صورتیں نظر آتی تھیں، کچھ حکومت کے عہدے دار تھے، کچھ ایسے بھی تھے جو لباس و پوشاک سے رئیس نظر آتے تھے، اور عوام کا کیا پوچھنا ان کی گنتی تو ہر جلسہ میں سب سے زیادہ ہوتی ہی ہے۔

اس جلسہ سے چند روز پیشتر میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ بڑے بڑے سفید کاغذ پر قرآنی حروف میں کچھ لکھتے ہیں، ایک روز میں نے ان سے پوچھا: آپ یہ کیا لکھتے ہیں؟ کیونکہ زیادہ تر میں ان کاغذات کو نقل کرتے ہوئے دیکھتا تھا جس کے آخر میں ”محمد بدر الدین“ لکھا ہوا ہوتا تھا، مجھے بھو پھا باوا کا نام اور خط کی عبارت پڑھ لینے سے بڑی مسرت ہوتی تھی، گویا مجھے اُردو پڑھنا اب آگیا۔

مگر وہ اپنے کام میں مشغول رہے، یاد نہیں کچھ جواب دیا بھی یا نہیں، ایک روز مجھے یہ سن کر انتہائی مسرت ہوئی کہ جس فضیلت کی پگڑی کے دیکھنے کا مجھے شوق ہے خود میرے گھر میں میرے دو بڑے بھائیوں (انخی المعظم مولانا قمر الدین و مولانا نظام الدین صاحبان مد اللہ ظلہما) کو بندھنے والی ہے۔ میں بڑی شدت سے اس دن کا انتظار کر رہا تھا۔

اسی ہنگام انتظار میں ایک صبح پھر والد صاحب نے وہی قرآنی حروف والا کاغذ نکالا اور جاہ جاغور کرنے لگے، اور میں فرش پر کسی چیز سے کھیلنے میں مشغول ہوا، اسی اثنا میں بوٹیدارا نگر کھا پہنچے ہوئے بڑے بھیا (حضرت مرشدی و مولائی رحمۃ اللہ علیہ) تشریف لائے، اور قرآنی حروف والا کاغذ ملاحظہ فرمانے لگے، درمیان درمیان میں والد صاحب سے گفتگو بھی ہوتی تھی مگر ان لوگوں کی بات میری سمجھ سے باہر تھی البتہ دلفظ یاد ہے ”نحمدک“ اور ”کیف“ کیونکہ یہ دلفظ بار بار ان دونوں کی زبان سے نکلتے تھے، غالباً یہ دونوں آپس میں مطمئن نہ ہوئے ہوں گے کیونکہ ایک روز میں نے مولانا حمید علیہ الرحمہ سے بھی ان دونوں کو انہی الفاظ میں گفتگو کرتے ہوئے سنا، معلوم نہیں کیا نحوی بحث تھی، انہی بزرگوں میں سے کسی ایک کی زبان سے ”لا نحمدک“ لفظ بھی نکلا تھا۔

قصہ مختصر ۱۳۴۲ھ ۲ ماہ ربیع الثانی، آج خانقاہ میں اور خود میرے مکان میں غیر معمولی چہل پہل ہے، بڑے بڑے علماء و مشائخ آتے ہیں اور جاتے ہیں، میرے مکان میں صبح کے وقت مولانا فاخر صاحب الد آبادی تشریف لائے اور اپنے ”میاں عبد البصیر“ کو لے کر چل دیئے، مولوی عبد البصیر صاحب کے کوٹھے پر تشریف لائے اور فرمایا: میاں عبد البصیر! آج صاحبزادوں کی دستار بندی ہے ذرا قلم دوات لاؤ کچھ کاوش کروں۔ مولوی عبد البصیر صاحب قلم دوات لے کر بیٹھے، مولانا نے برجستہ اشعار کہنا شروع کئے، اور تقریباً بیس پچیس اشعار کا ایک قطعہ کہا، ہر بند کی ردیف میں کسی ایک کا نام ہوتا تھا: مثلاً بدر الدین من - محی الدین من - قمر الدین من - نظام الدین من۔

ظہر کے بعد سماع خانہ میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا، ہمارے حضرت قدس سرہ اپنے سجادہ پر جلوہ افروز ہوئے، دوسینیاں خوان پوش سے چھپا کر ہفت درہ میں حضرت کے سامنے کھی گئیں، پہلے انخی المعظم مولانا شاہ محمد قمر الدین ایک ہاتھ میں کتاب دبائے ہوئے تشریف لائے اور آیت: اَللّٰهُ نُودُ السَّلْمٰتِ وَالْاَرْضُ پڑھ کر اس کی تفسیر بیان کی پھر انخی المعظم مولانا شاہ محمد نظام الدین صاحب نے بھی یہی آیت پڑھی اور اس کی تفسیر بیان کی، پھر وہ خوان ہفت درہ سے اٹھا کر صحن سماع خانہ میں رکھا گیا، اب ہمارے حضرت اپنے سجادہ پر کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ سارا مجمع کھڑا تھا، پہلے آپ نے اساتذہ کی طرف نظر اٹھائی، شاید یہ اشارہ ہوگا آپ ہی لوگ دستار باندھیں مگر مولانا حمید کے لب خموش اور آنکھیں انکاری تھیں ع جائے کہ دریا است من کیستم؟

اور مولانا مقبول احمد پہلے ہی سے دو آدمیوں سے چھپ کر پیچھے بیٹھے تھے، مولانا شاہ سلیمان صاحب قبلہ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور ہمارے حضرت نے یکے بعد دیگرے دونوں بزرگوں کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔

اس وقت کا سماں عجیب تھا، دونوں بھائیوں پر رقت طاری تھی، دستار بندی کے بعد دونوں ہی حضرت سے دست بوس ہوئے پھر قدمبوسی حاصل کی پھر اپنے اساتذہ سے قدمبوس ہوئے۔

اس وقت حضرت مرشدی مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کی مسرت دیکھنے کے لائق تھی، خوشی سے چہرہ کھلا جاتا تھا، بھائیوں کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور معانقہ کے لئے بیتاب تھے دونوں ہاتھ پھیلا ہوا تھا، لوگوں کے کھڑے ہونے سے جو ہلکا سا انتشار پیدا ہو رہا تھا اس سے بھائیوں کو بچاتے جاتے تھے، یہاں تک کہ بازو سے پکڑ کر جناب منجھلے بھائی صاحب کو کھینچا اور بڑی گرم جوشی سے معانقہ کیا پھر منجھلے بھائی صاحب سے معانقہ کیا۔

اس کے بعد ہمارے حضرت نے مجمع کو بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور کسی بزرگ نے حضرت سے دعا کی درخواست کی، آپ دعا کے لئے اٹھنے لگے، مولانا شاہ سلیمان صاحب قبلہ نے فرمایا: اب آپ تکلیف نہ کیجئے، مجھے اس کی اجازت دیجئے، سب لوگوں نے بیٹھے بیٹھے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور مولانا شاہ سلیمان صاحب قبلہ نے کھڑے ہو کر بلند آواز سے دعا کی جس کا ایک جملہ یاد ہے :

”بار الہا! ان کے ہاتھ کو شیر خدا کے ہاتھ سے ملادے۔“

پھر دعا کے بعد مولانا نے اپنا قطعہ تاریخ سنایا جس کا مادہ تھا۔ دلم گفت، واللہ فاضل شند۔ اس کے بعد مولانا محمد فاخر صاحب نے اپنی نظم سنائی، پھر شہودی صاحب اپنی نظم سنانے کے خواہاں ہوئے، وقت کی کمی سے اجازت نہ مل سکی، پھر مجلس سماع شروع ہوئی، یوسف خاں نے حافظ کی غزل شروع کی ؎

ساقی بیا کہ یار زرخ پردہ برگرفت

چند سال ہوئے یوسف خاں نے مجھ سے کہا: یہ غزل حضرت نے خاص طور سے دستار بندی کے موقع پر گانے کے لئے خود سے منتخب کر کے دی تھی۔

ابتداءً بغیر مزامیر کے گانا ہوتا رہا، کچھ دیر کے بعد جب لوگوں کو کیفیت آئی تو پھر مزامیر کا سلسلہ شروع ہوا جس کے محرک مولانا فاخر صاحب تھے۔

قطعہ تاریخ

بموقع دستار فضیلت حضرات شیخین کریمین قدس سرہما

از : حضرت قبلہ شاہ سلیمان چشتی پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

عزیزان من چون بسعی حمید ❁ بدرس نظامیہ کامل شدن

ہیایان رساندہ رو کسب علم ❀ پس از سعی فائز بمنزل شدند
 یم علم را نیست گویا سحلی ❀ تو گوئی کہ اکنون بر اعل شدند
 بیلای فن چون سپردند دل ❀ چنان در رہ علم پردل شدند
 بسر بردہ شہا بسوز و گداز ❀ ازان عاقبت شمع محفل شدند
 بسر بر نہادند دستار فضل ❀ مبارک کہ اہل فضائل شدند
 ز فرط مسرت برای فروغ
 دلم گفت واللہ فاضل شدند
 ۱۳۳۱ھ

قصیدہ بتقریب جلسہ دستار بندی

جناب مولوی قمر الدین و نظام الدین صاحبان خلف الرشید سرکار امیر شریعت مدظلہ

از : بندۂ درگاہ مجیبی شاہ عزیز الدین احمد شہودی جو پوری

حقیقت ہی جب اپنی ہو ظلم و جہل و نادانی ❀ تو پھر کیا معرفت کی قید کیسی مرتبہ دانی
 سمجھ ہی میں نہ آیا ظاہر و مظهر کا فرق اصلاً ❀ اسے سمجھ کیے واجب جو دیکھی شکل امکانی
 نظر میں دین و دنیا کی حقیقت صرف اتنی تھی ❀ کہ ہے یہ اک طلسم وسعت اوہام انسانی
 ہمیشہ سے تسلسل تابع فرمان فطرت ہے ❀ زمانہ کو کوئی کیونکر کہے گا آنی و فانی
 بنایا ہم نے اکشر کو خدا ہم صورتوں میں سے ❀ جو کبھی رفتہ رفتہ کچھ خدا بینی خدادانی
 مگر جب علم آیا تو حقیقی معرفت آئی ❀ کھلیں آنکھیں تو روشن ہو گئے اسرار پنہانی
 حقیقت تک پہنچنا دور ہونا ہے عوارض کا ❀ خدا کو اس نے جانا جس نے اپنی ذات پہچانی
 شریعت میں اسی کو بیو منون بالغیب کہتے ہیں ❀ دلیلوں سے جب عاجز آگئی ہو عقل انسانی
 خلاصہ ساری دنیا کا ہے جہل و علم پر مبنی ❀ یہی ہے دوسرے لفظوں میں پیدائی و پنہانی

(۱) دونوں بزرگوں کی دستار بندی مدرسہ حمیدیہ درجستہ میں بھی ہوئی تھی، یہ قصیدہ جناب عزیز الدین احمد شہودی مجیبی نے وہاں پڑھ کر سنایا تھا۔

بحب ہے علم کو گر دولت کو نین کہتے ہیں ❀ کہ مضر تھی اسی میں کنز مخفی کی درخشانی
 یہی تو وہ شرف ہے جو کہ معیار شرافت ہے ❀ یہی تو ہے جو ہے مقصود خلق انسی و حبانی
 بتانا لازمی آدم کو تھا اسمائے عالم کا ❀ کہ تھا باب تشخص کا وہ اک مضمون عنوانی
 غرض یہ ہے کہ سارے انبیاء تھے بہرہ مند اس سے ❀ خضر ہوں یا کہ ہوں الیاس یا موسیٰ عمرانی
 محمد مصطفیٰ کو انشراح صدر فرما کر ❀ مکمل کی گئیں تعلیم و تفویضات ربانی
 ہوا ارشاد باری علمک مالک تکن تعلم ❀ اشارہ تھا کہ ہر صورت سے بخشی ہے ہمہ دانی
 خوشا وہ جس کو حاصل انتساب ذات اقدس ہو ❀ زہے وہ جس کو ہو سینہ بہ سینہ علم ربانی
 علوم دیں کا پڑھنا اک سعادت مول لینا ہے ❀ بڑی خوش قسمتی ہے سیکھنا تعلیم قرآنی
 عوارف ہیں معارف ہیں حقائق ہیں دقائق ہیں ❀ کتاب اللہ میں ہے خیر و حکمت کی فراوانی
 خدا نے علم دیں کو انتہا کا مرتبہ بخشا ❀ بنے ہیں وارثان انبیاء اعلام ربانی
 الہی ذکر کس کا کر رہا ہوں میں اشاروں میں ❀ کہ دل ہی دل میں پیدا ہو رہا ہے جوش و جدانی
 نظر کے سامنے اس وقت درجہ نگہ کا جلسہ ہے ❀ جہاں پر جمع ہیں اعلام ربانی و حقانی
 ہوا ہے منعقد جلسہ جو دستار فضیلت کا ❀ علوم انبیاء کی ہو رہی ہے نور افشانی
 میرے مخدوم زادے یعنی قمر الدین نظام الدین ❀ فروغ بزم ایساں نور چشم بزم ایمانی
 ہوئے ہیں آج وہ فضل خدا سے عالم و فاضل ❀ ہے دستار فضیلت کی انہیں کے آج تابانی
 یہ وہ ہیں جن کے گھر سینہ بہ سینہ علم آیا ہے ❀ یہ وہ ہیں جن کے وارث کا شرف اسرار قرآنی
 یہ وہ ہیں جن کے گھر سے فیض کے چشمے ہوئے جاری ❀ یہ وہ ہیں جن سے وابستہ ہیں ایمانی و ایقانی
 خلاصہ یہ کہ یہ ہیں اس گرامی ذات کے بیٹے ❀ زمانہ کو ملا کرتا ہے جن سے فیض روحانی
 میرے مولا میرے آقا میرے مرشد میرے ہادی ❀ جناب شاہ بدر الدین وحید العصر لا ثانی
 امام اہل سنت حامی دیں زیب سجادہ ❀ امیر شرع شیخ الہند قطب الوقت ربانی
 یہ وہ صورت ہے جس کو دیکھ کر ایمان تازہ ہو ❀ برستے ہیں رخ پر نور پر انوار نورانی

شہودِ دل میں آتا ہے پڑھوں اک مطلع تازہ

کہ اس دم جوش پر ہے طبع موزوں کی بھی جولانی

مطلع

بڑھی کچھ وارثِ علم نبی کی ایسی تابانی ✽ کہ مدھم پڑ گئی ہے مہر و مہ کی بھی درخشان
یہ کیا کم منزلت ہے مرحبا مخدوم زادوں کی ✽ انہیں لازم ہے چشم اہل بینش میں جگہ پانی
انہیں حاصل ہے نسبت حاملِ علم لدنی سے ✽ بجا ہے گر کریں یہ آج دعوائے ہمہ دانی
ادب ہو فلسفہ ہو علم منطق ہو معانی ہو ✽ ہر اک فن میں مکمل ہیں ہر اک فن میں ہیں لاثانی
بھری ہے اس طرح قرآن کی تفسیر سینے میں ✽ کہ کہنا ہی پڑے گا حاصل اسرار قرآنی
میں استاذ جب مقبول ایسے اور حمید ایسے ✽ تو پھر علم و ہنر میں کیوں نہ ہوں بے مثل و لاثانی
شہودی ختم کرتا ہوں دعا پر اب سخن اپنا
ہوئی جاتی ہے جوش مدح میں یہ نظم طولانی

دعا

الہی چرخ پر جب تک کہ مہر و ماہ روشن ہیں ✽ میرے مخدوم زادوں کی رہے قائم درخشان
کوئی ہو بدر کوئی فرد ہو اپنے زمانہ کا ✽ رسولی ہو کوئی تو کوئی ہو محبوب سبحانی
ملے مجھ کو بھی نعمت کوئی فیضانِ محبتی سے
کیا کرتا ہوں میں بھی آپ ہی کے در کی در بانی

حیوانات کے حقوق اور ان کے احکام

• مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے، کوئی دوسری مخلوق اس کی ہمسری نہیں کر سکتی۔ اس کے حقوق و فرائض متعین کئے ہیں جن پر عمل پیرا ہونا انسانوں کے لئے ضروری ہے۔ حیوانات (جانوروں) کے بھی حقوق ہیں۔ آج کل جانوروں کے حقوق کی بڑی شہرت ہے۔ حیوانات کے حقوق کا خیال رکھنے کے لئے تنظیمیں قائم کی جاتی ہیں۔ بعض موقع پر انسان سے زیادہ جانوروں کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے۔ جانوروں کے حقوق کی خلاف ورزی کرنے پر انسانوں کو سزا بھی دی جاتی ہے۔

اسلام نے بھی حیوانات کے حقوق کا خیال رکھا ہے اور اس کے بارے میں اپنی تعلیمات دی ہیں۔ مگر اسلام نے اس کی صراحت کر دی ہے کہ حیوانات کی تخلیق انسان کے فائدہ کے لئے ہوئی ہے۔ اس لئے اصل حیثیت انسان کی ہے، حیوانات اس کے تابع ہیں۔ حیوانات کا درجہ انسان سے نہیں بڑھ سکتا۔ اس سلسلے میں اسلامی شریعت میں حیوانات سے متعلق کچھ احکام اور ان کے حقوق کو ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) آج کل چارہ خور جانوروں کے لئے ایسی غذائیں تیار کی جا رہی ہیں جن میں لحمی اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں تاکہ وہ تیزی سے بڑھ سکیں اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے جو ظاہر ہے کہ چارہ خور جانوروں کی فطرت کے خلاف ہے۔ اگر اس عمل سے انسانی منفعت مقصود ہے اور اس سے ان جانوروں کو فطری طور سے کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچتا ہے تو اس کا جواز ہونا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو انسانی منفعت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے انسانی نفع و فائدہ کے لئے ان کو استعمال کرنا جائز ہے۔

امام نفی تحریر فرماتے ہیں :

وخلق ما لا بد منه من خلق البہائم لأكله وركوبه وحمل أثقاله وسائر حاجاته وهو

قوله: "والأنعام خلقها لكم"۔ (مدارک التنزیل: ۱۵۱/۲)

ترجمہ : اور انسان کے کھانے، سواری کرنے، سامان ڈھونے اور دیگر حاجتوں کے لئے جن جانوروں کی تخلیق ضروری تھی ان کو پیدا فرمایا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "والأنعام خلقها لكم" اور جانوروں کو تمہارے لئے پیدا کیا۔
(۲) بعض چھوٹے جانوروں کے گوشت میں اضافہ کے لئے ان جانوروں کو انجکشن لگانا جس سے ان کے گوشت میں زیادتی ہو جائے اور وہ خوب موٹے ہو جائیں جائز ہے۔ اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ اسی طرح بڑے جانوروں کے دودھ میں اضافہ کے لئے ان کو انجکشن لگانا تاکہ ان کا دودھ زیادہ ہو جائے شرعاً اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ اس لئے یہ جائز ہونا چاہئے۔

جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے فائدے کے لئے پیدا کیا ہے، دودھ اور گوشت میں زیادتی سے انسانوں کو ہی نفع ہے۔ اگر اس سے انسانوں کو نقصان ہوتا ہو تو یہ عمل جائز نہیں ہوگا۔
اس کی مثال جانوروں کو خضی کرنا ہے۔ انسانوں کی منفعت کے لئے جانوروں کو خضی کرنا جائز ہے، جب کہ یہ بھی جانور کی فطرت کے خلاف ہے۔ اسی طرح انسانوں کی منفعت کے لئے جانوروں کو انجکشن لگانا بھی درست ہونا چاہئے۔
ولا بأس بخصاء البهائم لأنه يفعل للنفع لأن الدابة تسمن ويطيب لحمها بذلك –
(الجوهرة النيرة)

ترجمہ : جانوروں کو خضی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ فائدہ کے لئے کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے جانور موٹا ہو جاتا ہے اور اس کا گوشت اچھا اور لذیذ ہو جاتا ہے۔

وبجوز إخصاء البهائم منفعة للناس لأن لحم الخصى أطيب – (مجمع الانهر)
ترجمہ : لوگوں کے فائدہ کے لئے جانوروں کو خضی کرنا جائز ہے، کیونکہ خضی کا گوشت زیادہ اچھا ہوتا ہے۔
جاز خصاء البهائم... قید وہ بالمنفعة والإفحام (الدر المختار)
ترجمہ: جانوروں کو خضی کرنا جائز ہے..... فقہاء کرام نے اس میں فائدہ کی قید لگائی ہے۔ (یعنی خضی کرنے سے فائدہ ہو تو جائز ہے) اگر کوئی فائدہ نہ ہو تو حرام ہے۔

البتہ اگر جانوروں کو انجکشن لگانے سے انسانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے، اس سے انسانوں کو بعض بیماریاں ہو جا رہی ہیں تو اس کی اجازت نہیں ہوگی اور ایسا عمل شرعاً جائز نہیں ہوگا۔

(۳) حلال جانوروں کے دودھ میں اضافہ یا اس کے جسمانی حجم کو بڑھانے کے لئے حرام جانور سے اس کا اختلاط کرایا جاتا ہے، خاص کر جرسی گائے کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ یہ خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہیں، اسی لئے ان کے دودھ کی مقدار بمقابلہ دوسری گالیوں کے کافی زیادہ ہوتی ہے۔ کیا ایک جانور کا اس طرح دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانا درست ہوگا؟ اور اگر ان میں سے ایک حلال اور دوسرا حرام ہو تو اس سے پیدا ہونے والے بچوں پر شرعاً کیا اثر مرتب ہوگا؟

کسی منفعت کے لئے جانوروں کا اختلاط جائز ہے۔ جیسے گدھے اور گھوڑے کے اختلاط سے خچر کی پیدائش ہوتی ہے۔ عہد نبوی میں بھی اس کا رواج تھا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رواج ہونے کے باوجود اس سے منع نہیں فرمایا۔ اگر اس میں حرمت یا کراہت ہوتی تو اس کی ممانعت فرمادی جاتی۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خچر کی سواری کرنا ثابت ہے۔

ولا بأس بإخصاء البهائم وإنشاء الحمير على الخيل۔ لأن في الأول منفعة للبهيمة والناس، وقد صح أن النبي عليه الصلاة والسلام ركب البغلة، فلو كان هذا الفعل حراماً لم يركبها، لما فيه من فتح بابہ۔ (ہدایۃ، مسائل متفرقة)

ترجمہ : جانوروں کو خسی کرنے میں اور گھوڑے اور گدھے کے اختلاط میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ پہلی صورت میں (خسی کرنے میں) جانور کا اور لوگوں کا فائدہ ہے۔ (دوسری صورت یعنی اختلاط کرنا بھی جائز ہے کیونکہ) خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے خچر کی سواری فرمائی ہے۔ اگر یہ فعل (اختلاط) حرام ہوتا تو اس کی سواری نہ فرماتے کیونکہ اس کی سواری کرنے میں اس کا دروازہ کھولنا ہے۔

قوله وإنشاء الحمير على الخيل، لأن النبي عليه السلام كان يركب البغلة ويتخذها، فلو كان هذا الفعل مكروهاً لم يتخذها ولا ركبها۔ (الجوهرة النيرة، باب الحظر والاباحة)

ترجمہ : اور گھوڑے اور گدھے کا اختلاط (بھی جائز ہے۔) کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خچر کی سواری فرماتے تھے اور اس کو پالتے تھے۔ اگر یہ کام (اختلاط) مکروہ ہوتا تو نہ اس کو پالتے اور نہ اس کی سواری فرماتے۔

جانوروں کی حلت و حرمت میں ماں کا اعتبار ہے۔ اگر اس کی ماں حلال ہے اور باپ حرام ہے تو یہ جانور حلال ہوگا، اور اگر اس کی ماں حرام ہے اور باپ حلال ہے تو یہ جانور حرام ہوگا۔

وفي المتولد بين الوحشي والاهلي تعتبر الام (المحيط البرهاني: ۴/۶)

ترجمہ : جنگلی جانور اور پالتو جانور کے اختلاط سے جو بچہ پیدا ہو اس میں ماں کا اعتبار ہوتا ہے۔

وفي المتولد منهما تعتبر الام وكذا في حق الحل تعتبر الام۔ (تبیین الحقائق، مما تكون الاضحية)

ترجمہ : جنگلی اور پالتو جانور کے اختلاط سے جو بچہ پیدا ہو اس میں ماں کا اعتبار ہوتا ہے۔ اسی طرح حلت میں بھی ماں کا اعتبار ہوتا ہے۔

الأصل في المتولد الأم، لأنه ينفصل عن الأم۔ (حاشية تبیین الحقائق للشلبی)

ترجمہ : بچہ میں اصل ماں ہے کیونکہ وہ ماں (کے بطن) سے ہی علیحدہ ہوتا ہے۔

(۴) کچھ پرندوں کو پتھر سے لالہ لالہ، قمری، لال، وغیرہ۔ اسی طرح بعض وحشی جانوروں کو لوگ شوق سے پالتے ہیں۔ ان پرندوں اور جانوروں کا کھانا یا ان کی تجارت کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض لوگوں کو ان کے پالنے کا شوق ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں شرعی حکم جاننے کے لئے دیکھیں کہ عہد نبوی میں بھی یہ صورت تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ایک چھوٹے بھائی تھے جن کا نام ابو عمیر تھا۔ ان کے پاس ایک کالا ہوا پرندہ تھا جس سے وہ کھیلتے تھے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ آپ نے ان کے گھر والوں کو اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ جب وہ پرندہ مر گیا اور ابو عمیر غمگین ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خوش کرنے کے لئے ایک جملہ ارشاد فرمایا جس سے وہ ہنس پڑے — یا ابا عمیر! ما فعل النغیر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اہل بیت نبوی کے پاس ایک وحشی جانور تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو وہ نکل کر کھیل کود کرتا اور آگے پیچھے دوڑتا۔ جب اس کو احساس ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لارہے ہیں تو چپ ہو کر بیٹھ جاتا تا کہ آپ کو تکلیف نہ پہنچے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ عہد نبوی میں بھی اس طرح جانوروں اور پرندوں کو پنجرے میں یا باڑے میں بند کر کے یا ان کو باندھ کر رکھنے کا رواج تھا۔ اگر یہ حرام اور ناجائز ہوتا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ضرور منع فرماتے۔ آپ کے منع نہ فرمانے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ عمل ناجائز اور حرام نہیں ہے بلکہ جائز و مباح ہے۔

عن أنس قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم أحسن الناس خلقاً، وكان لي أخ يقال له: أبو عمير، قال: أحسبه فطيم، وكان إذا جاء قال: يا أبا عمير ما فعل النغير، نغراً كان يلعب به۔
(الصحيح للبخاري، باب الكنية للصبي وقبل أن يولد)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین اخلاق والے تھے۔ میرا ایک شیر خوار بھائی تھا جس کو ابو عمیر کہا جاتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو اس سے (بطور مزاح) فرماتے، اے ابو عمیر! نغیر کا کیا ہوا؟ نغیر نام کا ایک پرندہ تھا جس سے وہ کھیلتا تھا۔

عن أنس بن مالك قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدخل علينا ولي أخ صغير يكنى أبا عمير وكان له نغري يلعب به فمات، فدخل عليه النبي صلى الله عليه وسلم ذات يوم فرآه حزيناً فقال: ما شأنه؟ قالوا: مات نغره۔ فقال: يا أبا عمير! ما فعل النغير۔ (أبوداؤد، باب ما جاء في الرجل يتكنى وليس له ولد)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لاتے تھے۔ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا اس کی کنیت ابو عمیر تھی۔ اس کا ایک پرندہ تھا جس سے وہ کھیلتا تھا۔ ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو اس کو غمگین پایا۔ پوچھا کہ اس کو کیا ہوا؟ بتایا گیا کہ اس کا پرندہ مر گیا ہے۔ آپ نے (اس کو خوش کرنے کے لئے) ارشاد فرمایا۔ اے ابو عمیر تمہارا نغیر کیا ہوا؟

عن مجاهد قال قالت عائشة رضي الله عنها كان لآل رسول الله صلى الله عليه وسلم

وحش، فإذا خرج لعب واشتد وأقبل وأدبر فإذا أحس برسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قد دخل ربض فلم يترمرم كراهية أن يؤذيه۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی، باب صید المدينة: ۲/۲۸۶)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے پاس ایک وحشی جانور تھا۔ جب آپ باہر تشریف لے جاتے تو وہ کھیلتا، خوب حرکت کرتا، آگے پیچھے جاتا۔ لیکن جب اس کو آپ کی واپسی کا احساس ہوتا تو چپ چاپ بیٹھ جاتا کوئی حرکت نہیں کرتا کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ پہنچے۔

فرع۔ له حبس حيوان ولولسما ع صوته أو التفرج عليه۔ (قليوبی وعميرة: ۴/۹۴)

ترجمہ: جانور کو قید کر کے رکھنا جائز ہے اگرچہ اس کی آواز سننے کے لئے ہو یا اس سے تفرج کے لئے ہو۔

(۵) کسی ضرورت کے بغیر ایسے خطرناک جانوروں کو جیسے شیر، چیتا، سانپ، خونخوار کتے وغیرہ پالنا محض اپنا شوق پورا کرنے کے لئے درست نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ ان کے قابو سے باہر ہونے کی صورت میں انسانی جانوں کی ہلاکت ہو سکتی ہے۔ اس کے عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں ضرر عام کو دور کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، اس کے لئے ضرر خاص کو بھی برداشت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پالنے والے کا یہ اپنا شوق ہے، اس پر پابندی لگانے سے اس کو کچھ ذاتی ضرر پہنچے گا، یہ ضرر خاص ہے۔ لیکن ایسے جانوروں کو پالنے کے نتیجے میں تمام لوگوں کو ضرر پہنچنے کا جو ظن غالب ہے وہ عام ضرر ہے، اس لئے قاعدہ فقہیہ کے بموجب ضرر خاص کو برداشت کر کے ضرر عام کو دور کیا جائے گا۔ قاعدہ فقہیہ ہے۔

يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام۔ (الاشباہ والنظائر)

ترجمہ: عمومی نقصان کو دور کرنے کے لئے خاص افراد کے نقصان کو برداشت کیا جائے گا۔

ولو كان لرجل كلب عقور يعض كل من يمر عليه فلاهل القرية أن يقتلوه فإن تقدم أهل القرية إلى صاحب الكلب ولم يقتله ثم عض انساناً فهو ضامن وإن عضه قبل التقدم إليه لم يضمن كذا في الينابيع۔ وهكذا في الخلاصة۔ قرية فيها كلاب كثيرة ولأهل القرية منها ضرر يؤمر أرباب الكلاب أن يقتلوا الكلاب فإن أبوا رفع الامر إلى القاضي حتى يلزمهم ذلك كذا في محيط السرخسي۔ وفي أضحية النوازل رجل له كلاب لا يحتاج إليها ولجيرانه فيها ضرر فإن أمسكها في ملكه فليس لجيرانه منعه وإن أرسلها في السكة فلهم منعه، فإن امتنع وإلا رفعوه إلى القاضي أو إلى صاحب الحسبة حتى يمنعه عن ذلك۔ وفي الاجناس: لا ينبغي أن يتخذ كلباً إلا أن يخاف من اللصوص أو غيرهم وكذا الأسد والفهد والضبع وجميع السباع۔

ترجمہ : اگر کسی آدمی کے پاس کٹھناکتا ہو، وہ ہر گزرنے والے کو کاٹتا ہو تو گاؤں والوں کو اس کو مار ڈالنے کا حق ہوگا۔ اگر گاؤں والوں نے اس کے مالک کو اس کی خبر کی مگر اس نے کتے کو نہیں مارا پھر کتے نے کسی آدمی کو کاٹ لیا تو مالک پر اس کا تادان ہوگا۔ اور اگر مالک کو خبر ہونے سے پہلے ہی کاٹ لیا ہے تو مالک پر اس کا تادان نہیں ہوگا۔ ایسا ہی ینابیع اور خلاصہ میں ہے۔ ایک گاؤں میں بہت سارے کتے ہیں۔ گاؤں والے اس سے تکلیف میں ہیں تو کتے کے مالکوں کو حکم دیا جائے گا کہ کتوں کو مار ڈالیں، اگر وہ انکار کریں تو معاملہ قاضی کے پاس لے جایا جائے گا تاکہ وہ ان پر اس کو لازم کر دے۔ ایسا ہی محیط سرخی میں ہے۔ نوازل کی کتاب الاضحیہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس کتے ہیں جن کی اس کو ضرورت نہیں ہے، اس کے پڑوسیوں کو ان سے نقصان پہنچ رہا ہے۔ اگر کتے کا مالک کتوں کو اپنے پاس روک کر رکھتا ہے تو اس کے پڑوسیوں کو منع کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور اگر گلیوں میں کھلا چھوڑ دیتا ہے تو ان کو منع کرنے کا حق ہے۔ اگر (منع کرنے سے) وہ اس فعل سے رک جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ معاملہ قاضی یا محتسب کے پاس لے جائیں گے تاکہ وہ اس کو اس فعل سے روک دے..... اجناس میں ہے۔ کتا پالنا اچھا نہیں ہے سوائے اس کے کہ چوروں یا ان جیسے لوگوں کا خوف ہو۔ شیر، چیتا وغیرہ تمام درندوں کا یہی حکم ہے۔

(۶) جانوروں پر میڈیکل تجربات بھی کئے جاتے ہیں۔ پہلے انہیں انجکشن لگاتے ہیں یا دوائیں دی جاتی ہیں کہ وہ بیمار ہوں اور پھر ان کے علاج کے لئے امکانی دواؤں کا تجربہ کیا جاتا ہے۔ میڈیکل تجربات انسانی فائدے کے لئے ہوتے ہیں، ان سے انسانوں کی مختلف بیماریوں کے علاج کی کھوج کی جاتی ہے۔ ان جانوروں پر ان کا تجربہ کیا جاتا ہے اور تحقیق کی جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں بیماریوں کا علاج دریافت ہوتا ہے۔ اس لئے میڈیکل تجربات کے لئے جانوروں کو انجکشن لگایا ان کو دوائیں دینا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے نفع کے لئے جانوروں کو پیدا فرمایا ہے۔ ارشاد ہے: **وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا مَتَاعٌ وَذَرْئُهَا كَفَىٰ ذُرِّيَّةً لَّكُمْ فِيهَا مَتَاعٌ وَإِنَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ رُجُوعًا وَحِسَابًا**۔ ایک جگہ ارشاد ہے: **وَلَكُمْ فِيهَا مَتَاعٌ وَذَرْئُهَا كَفَىٰ ذُرِّيَّةً لَّكُمْ فِيهَا مَتَاعٌ وَإِنَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ رُجُوعًا وَحِسَابًا**۔ اس لئے انسانوں کے نفع اور فائدے کے لئے جانوروں پر میڈیکل تجربات کرنا جائز ہے۔

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا مَتَاعٌ وَذَرْئُهَا كَفَىٰ ذُرِّيَّةً لَّكُمْ فِيهَا مَتَاعٌ وَإِنَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ رُجُوعًا وَحِسَابًا
ثُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۖ وَتَحْمِلُ أَوْفَاقَكُمْ إِلَىٰ بَدَلٍ لَّمْ تَكُونُوا الْبَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقَا الْأَنْفُسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرءُوفٌ رَّحِيمٌ ۖ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝
 (نحل)

ترجمہ: اسی نے چوپائے پیدا کئے جن میں تمہارے لئے گرمی کے لباس ہیں اور نفع کی چیزیں ہیں۔ ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور ان میں تمہارے لئے حسن و جمال ہے جب ان کو چرا کر لاؤ اور جب ان کو چرانے کے لئے لے جاؤ۔ وہ تمہارے بوجھ ایسے شہروں تک لے جاتے ہیں جہاں تم شدید مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ بلاشبہ تمہارا رب شفیق اور

مہربان ہے۔ اور اسی نے گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو پیدا کیا تاکہ تم ان کی سواری کرو۔ اور وہ زینت کا باعث بھی ہیں۔ اور وہ ایسی چیزیں پیدا فرماتا ہے جس سے تم واقف نہیں ہو۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ يُّبْيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُودِ الْاَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۝ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَنَاقًا وَمَتَاعًا اِلٰى حِينٍ ﴿۳۸﴾

— (نحل)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں میں تمہارے لئے سکونت کی جگہ بنا دی۔ اور تمہارے لئے چوپایوں کے کھالوں کے گھر بنا دیے، جنہیں تم اپنے کوچ کے دن اور اپنے ٹھہرنے کے دن ہلکا پھلکا پاتے ہو۔ اور جانوروں کے اون، رُوں اور بالوں سے بہت سے سامان اور مقررہ وقت تک کے لئے فائدہ کی چیزیں بنائیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے انسان کی منفعت کے لئے جانوروں کو پیدا فرمایا ہے۔ اس لئے انسانی ضرورت کے لئے جانوروں کو استعمال کرنا جائز ہوگا۔ انسانی منفعت کے حصول کے لئے جانوروں کے اعضاء کو کام میں لایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح امراض کی دوا اور علاج کے لئے بھی جانوروں کا استعمال ہو سکتا ہے۔

(الف) کسی مرض کی دوا کسی جانور کے عضو سے تیار ہوتی ہو تو اس کا وہ عضو نکالا جاسکتا ہے۔ البتہ بہتر ہے کہ اس کو ذبح کر کے اس کا وہ عضو نکالا جائے، زندہ جانور کو بے ہوش کر کے اس کے عضو کو نکالنے سے اس کو ہوش میں آنے کے بعد شدید تکلیف ہوگی۔

(ب) جانور کو بے ہوش کر کے اس کے جسم میں کوئی آکر رکھ دیا جائے جس سے کسی مرض کے علاج کی تحقیق مقصود ہو یہ بھی انسانی منفعت کا کام ہے کیونکہ کسی مرض کے علاج کی تحقیق ہو رہی ہے اسی سلسلے میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے اس لئے اس کی بھی اجازت ہونی چاہیے۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۳۹﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿۴۰﴾ — (مومنون)

ترجمہ : بلاشبہ تمہارے لئے چوپایوں میں بھی عبرت کا سامان ہے۔ ان کے پیٹوں میں سے ہم تم کو دودھ پلاتے ہیں۔ ان میں تمہارے لئے بہت سی فائدہ کی چیزیں ہیں، ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور ان پر اور کشتی پر تم سوار کرائے جاتے ہو۔

اَللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۳۹﴾ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿۴۰﴾ — (مومن)

ترجمہ : اللہ کی ہی ذات ہے جس نے تم لوگوں کے لئے چوپائے پیدا کئے تاکہ ان میں سے بعض کی تم سواری کرو،

اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو، اور ان میں تمہارے لئے فائدہ کی چیزیں ہیں۔ اور اس لئے کہ اپنے سینوں میں (چھپی) حاجتوں کو ان پر سواری کرے پورا کرو۔ اور ان پر اور کشتی پر تم سوار کرائے جاتے ہو۔

(۸) اگر مسلمان کسی غیر اسلامی ملک میں رہتے ہیں تو اس ملک کے ایسے قوانین کی پابندی بھی ان پر ضروری ہے جو اسلامی شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ البتہ ایسے قوانین کی پابندی ضروری نہیں ہے جو اسلامی شریعت کے خلاف ہوں۔

حلال جانوروں کو شکار کرنا یا ذبح کرنا شریعت میں واجب نہیں ہے، جائز و درست ہے۔ بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ اس وجہ سے حکومت کی طرف سے اس کے شکار پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ اسی طرح بعض جانوروں کو حکومت قومی جانور قرار دیتی ہے اور اس طرح کے جانوروں کے شکار کرنے اور ذبح کرنے کی ممانعت ہوتی ہے۔ ایسے جانوروں کی حلت کا عقیدہ رکھتے ہوئے اگر ملکی قانون کے تحت ان کو ذبح کرنے یا شکار کرنے سے پرہیز کیا جائے تو اس سے شریعت کے حکم کی بھی تعمیل ہوگی کہ ان کی حلت تسلیم کی جا رہی ہے اور ملکی قانون کا لحاظ بھی ہوگا کہ ان جانوروں کو شکار نہیں کیا جا رہا ہے یا ان کو ذبح نہیں کیا جا رہا ہے۔ اس سے ملکی قانون کی پابندی بھی ہو رہی ہے اور شرعی حکم کی تعمیل بھی ہو رہی ہے۔

اس لئے ایسے جانور جن کی نسلیں ختم ہو رہی ہیں اور حکومت نے ان کے شکار پر پابندی لگا دی ہے ان کو شکار کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اسی طرح حکومت نے جس جانور کو قومی جانور قرار دے دیا ہے اور اس کو ذبح کرنے یا شکار کرنے کی ممانعت ہے ایسے جانور کو شکار یا ذبح نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایسا کرنا ملکی قانون کی خلاف ورزی ہے۔ یہ قانون اسلامی شریعت کے مخالف بھی نہیں ہے۔ اس لئے اس کی پابندی ضروری ہے۔

(۹) ایسا معاشرہ جہاں مسلم اور غیر مسلم سہمی رہتے ہیں اور غیر مسلموں کا ایک بڑا طبقہ کسی خاص حلال جانور کو مقدس اور معبود سمجھتا ہے تو ایسے معاشرے میں اس جانور کی حلت کے عقیدے کے ساتھ اس کے ذبح سے پرہیز کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس حلال جانور کو ذبح کر کے کھانا شریعت نے واجب نہیں کیا ہے۔ جائز رکھا ہے اور اس کو ذبح کرنے میں اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کا خطرہ ہے۔ اس لئے احتیاط لازم ہے۔ اس سے دوسرے طبقہ کے لوگوں کی دل آزاری نہیں ہوگی، فرقہ وارانہ ہم آہنگی بھی قائم رہے گی اور حکومت کے قانون کی خلاف ورزی بھی نہیں ہوگی۔

(۱۰) حکومت جنگلات میں بعض جانوروں کے شکار سے روکتی ہے۔ بعض جھیلوں پر دور دراز علاقے سے پرندے آتے ہیں ان کے شکار سے بھی حکومت منع کرتی ہے۔ ان سرکاری قوانین کی رعایت کرنی چاہیے اور شرعاً ان جانوروں اور پرندوں کے حلال ہونے کے باوجود ان کے شکار سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(۱۱) بعض دفعہ وبائی متعدی امراض کو روکنے کے لئے بڑے پیمانے پر جانوروں کو مار دیا جاتا ہے، خاص کر مرغیوں کو مارنے کے واقعات بار بار پیش آتے رہتے ہیں۔ اگر واقعی یہ صورت ہے کہ ان جانوروں سے متعدی وبائی امراض

پھیلیں گے اور انسانوں کو اس سے نقصان ہوگا تو ایسی صورت میں ان جانوروں کا زندہ رہنا انسانی جانوں کے لئے خطرے کا سبب ہے، لہذا ان کو مارا جاسکتا ہے۔ اور مارنے کا ایسا طریقہ استعمال کیا جائے جس میں ان جانوروں کو زیادہ اذیت نہ ہو۔

(۱۲) انسان کی مصلحت اور منفعت کے لئے جانوروں کو مارا جاسکتا ہے۔ مثلاً کھانے یا دوسرے مقاصد کے لئے ماکول اللحم جانور کو ذبح کیا جاسکتا ہے۔ کھال، بال، سینک، پر، دانت وغیرہ حاصل کرنے کے لئے غیر ماکول اللحم جانوروں کو مارا جاسکتا ہے۔ اگر درندہ ہو تو اس کے شر سے بچنے کے لئے بھی اس کو مارا جاسکتا ہے۔ اسی طرح دو علاج کے مقصد سے بھی مارا جاسکتا ہے۔ اسی میں یہ بھی شامل ہے کہ ہاتھی کے دانت حاصل کرنے کے لئے اور ہرن یا بارہنگھا کا سینک حاصل کرنے کے لئے یا مشک حاصل کرنے کے لئے جانوروں کو مارا جاسکتا ہے۔

و یجوز اصطياد ما یؤکل لحمہ من الحيوان وما لا یؤکل لأن له غرضاً فی غیر المأکول
بأن ینتفع بجلده أو بشعره أو ريشه أو قرنه أو لاستدفاع شره۔ (الجوهرة النيرة، کتاب
الصید والذبائح)

ترجمہ : ماکول اللحم جانور (جس کا گوشت کھایا جاتا ہے) اور غیر ماکول اللحم جانور (جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا) دونوں کو شکار کرنا جائز ہے۔ کیونکہ غیر ماکول اللحم کے شکار کا مقصد یہ ہے کہ اس کی کھال یا بال یا پر یا سینک سے فائدہ اٹھایا جائے یا اس کے شر کو دور کیا جائے۔

وحل اصطياد ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لقوله تعالى : وإذا حللتم فاصطادوا مطلقاً من
غیر قید بالمأکول۔۔۔ ولأن اصطياده سبب الانتفاع بجلده أو ريشه أو شعره أو لاستدفاع
شره۔ وکل ذلك مشروع۔ (تبیین الحقائق، صید المجوسی والوثنی)

ترجمہ : ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم جانور کو شکار کرنا جائز ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے: وإذا حللتم فاصطادوا۔ یعنی جب تم احرام سے باہر ہو جاؤ تو شکار کر سکتے ہو۔ یہ مطلق ہے اس میں ماکول کی قید نہیں ہے۔ (غیر ماکول اللحم جانور کے شکار کرنے کا جواز) اس وجہ سے بھی ہے کہ اس کا شکار اس کی کھال یا اس کے بال یا اس کے پر سے فائدہ اٹھانے کا سبب (ذریعہ) ہے یا اس کے شر کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور یہ سب مشروع ہے۔

حل اصطياد ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لمنفعة جلده أو شعره أو ريشه أو لدفع شره
وکلہ مشروع لإطلاق النص۔ (الدر المختار، کتاب الصید)

ترجمہ : ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم جانور کو شکار کرنا جائز ہے اس کی کھال یا اس کے بال یا اس کے پر سے فائدہ اٹھانے کے لئے نص کے مطلق ہونے کی وجہ سے یہ سب مشروع ہے۔

(۱۳) ایسے جانور جو خود سے انسانوں پر حملہ کرتے ہیں اور ان کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان کو مارنے کی اجازت ہے۔

اور جو جانور خود سے حملہ نہیں کرتے اور کسی کو تکلیف پہنچانے میں پہل نہیں کرتے ان کو بلا ضرورت مارنے سے منع کیا گیا ہے۔
البتہ اگر ایسے جانور بھی تکلیف پہنچانے لگیں تو ان کو مارنے کی بھی اجازت شریعت نے دی ہے۔

خمس من الدواب كلها فاسق لا حرج على من قتلهن: العقرب، والغراب، والحداثة،
والفارة، والكلب العقور۔ (مسلم، ما یندب للمحرم وغيره قتله من الدواب فی الحل والحرم)
ترجمہ: جانوروں میں سے پانچ فاسق (موذی) ہیں، ان کو (حالت احرام میں) جس نے مار ڈالا اس پر کچھ لازم
نہیں ہے۔ بچھو، بو، چیل، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

أما غیر المأکول فنوعان: نوع یکون مؤذیاً طبعاً مبتدئاً بالأذى غالباً۔ ونوع لا یبتدئ
بالأذى غالباً۔ أما الذی یبتدئ بالأذى غالباً فللمحرم أن یقتله ولا شیئ علیہ وذلك نحو
الأسد والذئب والنمر والفهد لأن دفع الاذى من سبب موجب للأذى واجب فضلاً عن
الإباحة ولهذا أباح رسول الله صلى الله علیه وسلم قتل الخمس الفواسق للمحرم فی الحل
والحرم..... وعلة الإباحة فیها هی الابتداء بالأذى والعدو علی الناس غالباً۔ (بدائع، فی بیان
أنواع الصيد)

ترجمہ: غیر ماکول اللحم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو فطری اعتبار سے موزی ہے۔ عام طور سے خود سے کسی کو
تکلیف پہنچاتی ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو خود سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی ہے۔ جو عام طور سے خود سے کسی کو تکلیف پہنچاتی ہے
اس کو محرم مار سکتا ہے اور محرم پر اس کی کوئی جزا لازم نہیں ہوگی۔ جیسے شیر، بھٹیٹا، تیندوا، چیتا۔ (ان کے قتل کا جواز اس وجہ سے
ہے کہ) جو چیز تکلیف پہنچانے والی ہو اس سے تکلیف کو دور کرنا مباح ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔ اسی لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے حل اور حرم میں پانچ موزی جانوروں کو قتل کرنے کی محرم کو بھی اجازت دی ہے..... اس کی اباحت کی علت عام طور
سے لوگوں پر ان کا حملہ کرنا اور خود سے تکلیف پہنچانا ہے۔

تکلم المشائخ فی النملة۔ قال الصدر الشہید: والمختار للفتوی أنها إذا ابتدأت
بالأذى فلا بأس بقتلها وإن لم تبندئ یکره قتلها۔ والأصل فی ذلك ما روى أن نملة قرصت
نبیاً من الأنبیاء فأحرق بیت النملة. فأوحى الله تعالى هلاقتك تلك النملة الواحدة. دلیل
علی جواز قتلها عند الاذى. وعلى عدم الجواز عند انعدام الاذى... وقتل القملة یموز علی کل
حال۔ (المحیط البرہانی، باب الاستحسان والکراهیة، فصل الثالث والعشرون)

ترجمہ: مشائخ نے چیونٹی کے بارے میں کلام کیا ہے۔ صدر الشہید فرماتے ہیں کہ فتویٰ کے لئے مختار قول یہ ہے کہ
جب چیونٹی خود سے نقصان پہنچائے تو اس کو مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر خود سے نقصان نہیں پہنچاتی تو اس کو مارنا
مکروہ ہے۔ اس میں اصل وہ حدیث ہے کہ ایک چیونٹی نے کسی نبی کو کاٹ لیا تو انہوں نے چیونٹی کے پورے گھر کو جلا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی فرمائی کہ صرف اسی ایک چیونٹی کو کیوں نہیں مارا۔ (پورے گھر کو کیوں جلادیا؟) ضرر رسانی کے وقت چیونٹی کے قتل کے جواز پر اور ضرر نہ ہونے کی صورت میں اس کے قتل کے عدم جواز پر اس حدیث میں دلیل ہے۔ جوں کو مارنا ہر حال میں جائز ہے۔

(۱۴) جانوروں کے حقوق، ان کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں کافی ہدایات دی ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

جانوروں کو بلا ضرورت تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ ان کے کھانے پینے کا خیال رکھا جائے۔ ان کے ساتھ رحم دلی کا معاملہ کیا جائے۔ بلا ضرورت کسی چھوٹے پرندے کو بھی مار ڈالنے سے قیامت کے روز اس کے بارے میں پرسش ہوگی۔ جانوروں کو مثلاً بنانے سے منع کیا گیا ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔ جانوروں کو باندھ کر ان پر نشانہ لگانا منع ہے۔ بلا ضرورت پرندوں کے بچوں کو پکڑ لینا منع ہے کہ اس سے اس کی ماں پریشان ہوگی۔ بار برداری کے جانوروں پر ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ لادنا بھی منع ہے۔ جانوروں بلکہ چیونٹیوں کو بھی آگ میں جلانا منع ہے کہ آگ میں جلا کر سزا دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ پیاسے جانوروں کو پانی پلانا، بھوکے جانوروں کو چارہ کھلانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل ہے اور ثواب کا کام ہے۔ جانوروں کو آپس میں لڑانا منع ہے جس میں جانور شدید زخمی ہو جاتے ہیں یا ان کی جان چلی جاتی ہے۔ جانور کو ذبح کرتے وقت اس کا خیال رکھا جائے کہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔ اس کے لئے تیز چھری استعمال کی جائے۔ کند چھری سے ذبح نہ کیا جائے۔ ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کیا جائے۔

اس سلسلے میں احادیث ملاحظہ فرمائیں :

(۱) من رحم ولو ذبیحة عصفور رحمه الله يوم القيامة۔ (معجم کبیر للطبرانی : ۲/۲۶۸،

شعب الایمان : ۱۳/۴۱۵)

ترجمہ : جس نے رحم کیا اگر چہ وہ چڑیا کا ذبیحہ ہو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس پر رحم فرمائے گا۔

(۲) من قتل عصفوراً فما فوقها بغير حقها سأل الله عز وجل عنها يوم القيامة۔ قيل: يا

رسول الله! فما حقها؟ قال: حقها أن تذبحها فتأكلها ولا تقطع رأسها فيرمي بها۔ (سنن نسائي،

من قتل عصفوراً بغير حقها)

ترجمہ : جس نے بغیر حق کے چڑیا یا اس سے بڑی چیز کو قتل کر دیا اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں قیامت کے روز

اس سے سوال فرمائے گا۔ صحابہؓ نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ تم اس کو ذبح کرو

اور اس کو کھالو۔ اس کے سر کو کاٹ کر چڑیا کو پھینک نہ دو۔

(۳) من قتل عصفوراً عبثاً عَجَّ إلى الله عز وجل يوم القيامة۔ يقول: يا رب! إن فلانا قتلني عبثاً ولم يقتلني لمنفعة۔ (سنن نسائی، من قتل عصفوراً بغير حقها)

ترجمہ : جس نے کسی چڑیا کو بلاوجہ مار ڈالا تو قیامت کے روز وہ چڑیا اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے گی، وہ کہے گی۔ اے پروردگار! فلاں نے مجھے بلا ضرورت مار ڈالا تھا اور کسی نفع کے لئے نہیں مارا تھا۔

(۴) لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم من يمشل بالبهاائم۔ (مصنف عبد الرزاق، باب المثل في الحيوان)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے مشلہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔
(۵) اياكم أن تتخذوا ظهور دوابكم منابر فإن الله إنما سخرها لكم لتبلغكم إلى بلدكم تكونوا بالغيه إلا بشق الأنفس وجعل لكم الأرض فاعليها فاقضوا حاجتكم۔ (ابوداؤد، باب في الوقوف على الدابة)

ترجمہ : اپنے جانوروں کے پشت کو منبر نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے لئے اس لئے مسخر کر دیا ہے کہ وہ تم لوگوں کو ایسے شہر تک پہنچائیں جہاں شدید مشقت کے بغیر تم نہیں پہنچ سکتے۔ تم لوگوں کے لئے زمین بنائی ہے اس پر اپنی ضرورت پوری کرو۔

(۶) عن عبد الله بن مسعود قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فانطلق لحاجته فرأينا حمرة معها فرخان، فأخذنا فرخيه، فجاءت الحمرة فجعلت تفرش، فجاء النبي صلى الله عليه وسلم فقال: من فجع هذه بولدها؟ ردوا إليها ولدها۔ ورأى قرية نمل قد حرقناها۔ فقال: من حرق هذه؟ فقلنا: نحن، قال: إنه لا ينبغي أن يعذب بالنار إلا رب النار۔ (ابوداؤد، باب في كراهية حرق العدو بالنار)

ترجمہ : عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ ضرورت کے لئے تشریف لے گئے۔ ہم لوگوں نے دو بچوں کے ساتھ ایک چھوٹے پرندے کو دیکھا۔ ہم لوگوں نے اس کے دونوں بچے پکڑ لئے۔ وہ پرندہ آ کر زمین پر لوٹنے لگا۔ اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور (اس کو دیکھ کر) فرمایا: کس نے اس کے بچے کو پکڑ کر اس کو تکلیف پہنچائی ہے؟ اس کے بچے اس کو واپس کر دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیونیٹوں کی ایک آبادی دیکھی جس کو ہم لوگوں نے جلادیا تھا۔ آپ نے فرمایا: کس نے اس کو جلایا؟ ہم نے کہا: ہم نے۔ ارشاد فرمایا کہ آگ سے عذاب دینے کا حق صرف آگ کے رب کو ہے۔

(۷) عن ابن عباس قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن التحريش بين البهاائم

۔ (ابوداؤد، باب في التحريش بين البهاائم)

ترجمہ : عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو (آپس میں) لڑانے سے منع فرمایا ہے۔

(۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کہیں جا رہا تھا۔ اس کو راستے میں شدید پیاس لگی، اس کو ایک کنواں نظر آیا، وہ اس میں اتر گیا اور پانی پیا۔ جب کنوئیں سے باہر آیا تو اس کو ایک کتا نظر آیا جو بہت پیاسا تھا اور پیاس کی وجہ سے مٹی چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے کہا کہ اس کتے کو بھی ویسی ہی پیاس لگی ہے جیسے مجھے لگی تھی۔ وہ دوبارہ کنوئیں میں اتر ا اور اپنے چمڑے کے موزے میں پانی بھر کر اس کو منہ سے پکڑا اور مشکل سے باہر نکلا۔ باہر آ کر اس نے کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل پسند آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا جانوروں (کے ساتھ اچھا سلوک کرنے) میں بھی اجر و ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فی کل کبد رطبة اجر (ہر جاندار میں ثواب ہے)۔ (صحیح بخاری، باب فضل سقی الماء)

(۹) مر رسول الله صلى الله عليه وسلم ببعبير قد لحق ظهره ببطنه قال: اتقوا الله في هذه

البهائم المحببة فاركبوها صالحة وكلوها صالحة - (ابو داؤد، مایؤمر به من القيام على الدواب والبهائم)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ (کم خور کی اور بھوک کی وجہ سے) پیٹ سے مل گئی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان پر سواری کرو جب وہ ٹھیک ٹھاک ہوں (یعنی ان کو اچھی طرح سے کھلا کر خوب مضبوط کر دیا گیا ہو) اور ان کو (ذبح کر کے) کھاؤ جب وہ ٹھیک ٹھاک ہوں (یعنی خوب موٹے تازے ہوں)۔

(۱۰) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ تھا۔ اس نے جب آپ کو دیکھا تو بلبلانے لگا اور اس کی آنکھیں بہنے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے ٹھوڑی پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہو گیا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کس کا اونٹ ہے؟ انصار کے ایک نوجوان نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ میرا اونٹ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم کو اس جانور کا مالک بنایا ہے تو کیا تم اس کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے؟ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور بہت زیادہ محنت و مشقت کراتے ہو۔ (ابوداؤد، مایؤمر به من القيام على الدواب والبهائم)

(۱۱) إن الله كتب الإحسان على كل شيء فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم

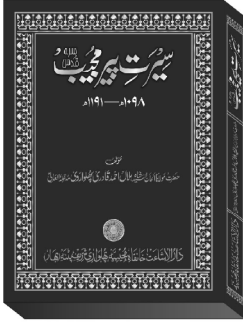
فأحسنوا الذبحة وليحد أحدكم شفرته وليرح ذبيحته - (مسلم، باب الأمر بالاحسان،

نسائی، باب حسن الذبح، ترمذی، باب ما جاء في النهي عن المثلة)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اچھے طریقے سے کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو۔ جب (جانور کو) ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ چھری پہلے ہی تیز کر لو اور اپنے ذبیحہ کو آرام دو۔

(۱۲) عرضت علی النار فرأیت امرأة من بنی اسرائیل تعذب فی هرة لها ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تأکل من خشاش الارض - (صحیح مسلم، باب ما عرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاة الکسوف من أمر الجنة والنار)

ترجمہ : جہنم کو میرے سامنے لایا گیا تو میں نے بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جس کو اس کی بلی کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا۔ اس نے بلی کو باندھ کر رکھا تھا، نہ اس کو کھانا دیتی تھی اور نہ اس کو آزاد چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے حشرات (چوہے وغیرہ) کو کھائے۔



سیرت پیر محبوب

(جدید ایڈیشن مع اضافہ)

مؤلف

حضرت مولانا الحاج شاہ بلال احمد قادری پھلواروی مدظلہ العالی

خانوادہ مجیبیہ کے ایک نکتہ بخ، دقیقہ رس، ذی وقار عالم حضرت مولانا سید شاہ بلال احمد قادری مدظلہ العالی کی مایہ ناز گرانقدر تالیف ہے، جس میں بانی خانقاہ مجیبی حضرت تاج العارفین مجدد شاہ مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہ کے علمی و عرفانی کمالات، دینی خدمات، ارشاد و ہدایت، تربیت و تزکیہ نفوس کے طریقے، خانقاہ مجیبی کی خصوصیات، حضرت کے کرامات و تصرفات، خلفاء و مجازین اور ہم عصر علماء و مشائخ کے حالات نہایت آسن پیرایے میں تحریر کئے گئے ہیں یہ کتاب خانقاہ کے بزرگوں کے حالات زندگی پر بلیغ کرنے والوں کے لئے انمول تحفہ ہے، جو بہت ساری نادرونایاب کتب و رسائل اور کئی نسخہ جات کا جامع مجموعہ ہے۔ یہ کتاب ایک اہم تاریخی دستاویز کے ساتھ ساتھ واقعات و حالات کا ایک دلچسپ مرقع بھی ہے، جسے ترتیب دے کر مؤلف نے قارئین و مستفیدین پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ پوری کتاب نواباب پر مشتمل ہے، جس کے ہر باب کے اندر کثیر معلومات اور ان گنت شواہد کے ذخائر موجود ہیں۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر مستند تاریخ، جامع سوانح ہے، جو دیدہ زیب طباعت اور خوشنما سرورق سے مزین 480 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی قیمت محض -/400 روپے ہے۔ دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے آج ہی حاصل کیجئے اور اپنی معلومات میں اضافہ کیجئے۔

رابطہ : 9006306098, 91-7250433562

خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

• مولانا نور الحق رحمانی — استاذ المعهد العالی، پھلواڑی شریف، پٹنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا مکہ معظمہ میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں، ان کی تاریخ پیدائش کے بارے میں سیرت نگاروں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، اس سلسلے میں تین اقوال منقول ہیں :

پہلا قول یہ ہے کہ ان کی ولادت نبوت سے پانچ سال قبل اس وقت ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس (۳۵) سال تھی اور قریش مکہ کعبہ کی تعمیر نو کر رہے تھے اور حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھنے کے مسئلہ میں ان کے درمیان خاصا اختلاف رونما ہو گیا تھا، اور قتل و قاتل تک کی نوبت آ گئی تھی، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عقل و بصیرت اور حکمت عملی سے ختم کیا تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی ولادت بعثت نبوی کے معاً بعد ہوئی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی، اور تیسری روایت یہ ہے کہ ان کی پیدائش بعثت سے تقریباً سال بھر پہلے ہوئی۔

ان میں سے پہلا قول قابل ترجیح اس لیے ہے کہ یہ عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور وہ اپنے گھرانے کے احوال سے زیادہ واقف ہوں گے، مدائنی نے اسی قول کو یقینی کہا ہے اور ابن جوزی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، اس قول کے رائج ہونے کی ایک وجہ بعض واقعہ کے ذیل میں ہم آگے کریں گے۔

”قال العباس: ولدت فاطمة والكعبة تبني والنبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن خمس و

ثلاثین سنة و بهذا جزم المدائنی“ — (الإصابة في تميز الصحابة: ۵۹/۸)

ترجمہ : حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کی ولادت اس سال ہوئی جب کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پینتیس سال تھی، مدائنی نے اسی کو یقینی کہا ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ظاہری شکل و صورت، نشت و برخاست، رفتار و گفتار اور معنوی صفات و کمالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھیں۔ نبوی تعلیم و تربیت کا گہرا اثر ان کی شخصیت میں موجود تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی نظر میں تمام اولاد سے زیادہ محبوب تھیں، اس لیے کہ وہ سب سے چھوٹی تھیں۔ اور چھوٹی اولاد سے عام طور پر والدین کو زیادہ محبت ہوا کرتی ہے، اور دیگر تمام اولاد زندگی میں اللہ کو پیاری ہو گئی، اور سیدہ فاطمہ وفات تک زندہ رہیں، وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ ماہ بعد ان کا انتقال ہوا۔ آپ کی اولاد ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل چلی، لسان نبوت نے آپ کو جنتی عورتوں کی سردار قرار دیا، جیسا کہ ان کے دونوں صاحبزادوں حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو جنت کے نوجوانوں کا سردار قرار دیا، اس کے علاوہ بھی ان کے بہت سے فضائل و مناقب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دین کی تبلیغ شروع کی تو آپ پر اور خاندان نبوت پر بہت سے مصائب و آلام آئے، آپ کے راستے میں کانٹے پکھائے گئے، خاندان بنی ہاشم کا سماجی بائیکاٹ ہوا، جس کا سلسلہ تین برسوں تک جاری رہا، حضرت فاطمہ اپنی عمر کے ابتدائی مرحلہ اور عنفوان شباب میں اس بائیکاٹ و حصار کی جاں گسل سختیوں سے دوچار ہوئیں، جس نے آپ کی صحت پر برا اثر ڈالا۔ اور پھر زندگی بھر اس ضعف کا اثر باقی رہا۔ حصار سے قبل کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، وہاں کفار قریش کا مجمع تھا، عقبہ بن معیط نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھ لا کر ڈال دی۔ حضرت سیدہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو دوڑی ہوئی آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ سے اس گندگی کو اٹھا کر پھینکا اور دشمنوں کو ڈانٹ پلائی اور ان سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اس زمانے میں باشعور تھیں، اور یہ جہمی ممکن ہے جب آپ کی پیدائش نبوت سے پانچ سال قبل ہو۔ سن ۱۰ نبوی میں جب حصار سے نجات ملی تو اپنی ماں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے صدمہ سے گزرنا پڑا۔ والدہ کے انتقال کے بعد اپنے والد محترم کے لیے دعوت دین کی راہ میں معین و مددگار ثابت ہوئیں، وہ ماں کی طرح اپنے والد کے غم و اندوہ کو ہلکا کرتیں اور ان کی ڈھارس بندھاتیں، اور ان کی خدمت بجالاتیں۔

نبوت کے تیرہویں سال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو یہ اور ان سے بڑی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گھر میں تھیں۔ علامہ ذہبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کی مکہ سے مدینہ ہجرت کا واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی تو ہم کو اور اپنی بیٹیوں کو اپنے پیچھے چھوڑ گئے، جب آپ مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے تو ہمیں مکہ معظمہ سے منگوانے کے لیے یہ انتقام فرمایا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ابورافع کو ہمارے پاس بھیجا اور انہیں دو اونٹ اور پانچ سو درہم دیے کہ اس سے حسب ضرورت مزید سواری خرید سکیں، یہ رقم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بطور قرض لی تھی، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی (اپنے اہل خانہ کو منگوانے کے لیے) ان دونوں کے ساتھ عبداللہ بن اریقظ لیثی رضی اللہ عنہ کو دو یا تین

اونٹ کے ساتھ بھیجا اور اپنے صاحبزادے عبداللہ کو یہ لکھا کہ وہ اپنی ماں ام رومان رضی اللہ عنہا اور مجھے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہہ کو) اور میری بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو مکہ سے مدینہ لے آئیں، جب یہ حضرات مدینہ سے چل کر مقام قدیر پر پہنچے تو انہوں نے اس رقم سے مزید تین اونٹ خریدے، پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو وہاں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کا ارادہ رکھتے تھے، چنانچہ ہم سب لوگ مکہ سے نکلے اور حضرت زیدؓ اور ابورافعؓ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، ام ایمن اور ان کے فرزند) حضرت اسماء رضی اللہ عنہہ کو لے کر نکلے، اس طرح ہم سب لوگ ایک ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔“ (سیر أعلام النبلاء: ۱۰۹/۲)

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں بیٹیوں کو اللہ کے راستے میں ہجرت کا شرف حاصل ہوا، ان کے سفر ہجرت کا واقعہ ان کے حالات کے ذیل میں مذکور ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مکہ معظمہ میں ہو چکا تھا لیکن رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں عمل میں آئی، اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال ہو گئی تھی، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شادی کی فکر ہوئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ مصاہرت اور دامادی کا شرف ایک عظیم شرف تھا، جس کے متمنی اکابر صحابہ بھی تھے، چنانچہ متعدد حضرات کی طرف سے نکاح کا پیغام آیا، جن میں حضرات شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، لیکن اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم الہی کا انتظار تھا، جب شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیغام آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الہی کے اشارہ سے اسے منظور فرمایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت فاطمہ سے نکاح کا پیغام بھیجا اس کے محرک اکابر صحابہ حضرت ابوبکر و عمر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تھے، انہیں حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت فاطمہ کے لیے کئی پیغام آئے ہیں، لیکن اب تک آپ نے کسی پیغام کو منظور نہیں فرمایا ہے، یہ تینوں حضرات مشورہ کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے کہ انہیں اس کے لیے آمادہ کیا جائے، چنانچہ تلاش کے بعد جنگل میں ان سے ملاقات ہوئی، جہاں وہ اونٹ چرا رہے تھے، ان حضرات نے انہیں اس کی ترغیب دی کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت فاطمہ کے لیے پیغام پیش کریں، اس لیے کہ وہ ان کے چچا زاد بھائی اور پروردہ اور فیض یافتہ، بچپن سے ان کے ساتھ ہیں اور انہیں بہت عزیز رکھتے ہیں، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے فقر، تنگ دستی اور بے وسامانی کی وجہ سے اس کی جرأت نہیں ہو رہی تھی، پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال اور فطری حیا بھی مانع تھی، یہ بھی منقول ہے کہ انصار صحابہ کی ایک جماعت نے انہیں اس پیغام کے لیے آمادہ کیا، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کی آزاد کردہ ایک باندی نے انہیں اس کی طرف توجہ دلائی، بہر حال ان روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے، ممکن ہے ان سب نے انہیں اس کی طرف رغبت دلائی ہو۔

بہر حال حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی تنگ دستی اور بے سروسامانی کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دینے کے لیے تیار نہ تھے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قریبی رشتہ، تعلقات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سابقہ احسانات کی بنا پر پھر اکابر صحابہ کے اصرار پر انہوں نے اس کی ہمت کی اور اس مقصد سے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، لیکن شرم کی وجہ سے اپنا مدعا پیش نہ کر سکے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھانپ لیا اور دریافت فرمایا: کیا فاطمہ سے نکاح کا پیغام دینے آئے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اثبات میں جواب دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مہر کے بارے میں دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ نے پوچھا کہ تمہاری وہ حطمی زرہ کیا ہوگی جو فلاں موقع سے تمہیں دی گئی تھی، یعنی غزوہ بدر کے بعد، تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو میرے پاس موجود ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی زرہ فاطمہ کو مہر میں دیدو۔

”فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَاَعْطَاهَا إِيَّاهَا“۔ (طبقات ابن سعد: ۱۲/۸)

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جلدی سے جا کر وہ زرہ لے آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اسے فروخت کر دیں، تاکہ اس کی قیمت سے دلہن کو تیار کیا جائے، اور سامان جہیز کا انتظام کیا جائے، چنانچہ وہ زرہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (داماد رسول) نے خرید لیا، قیمت ۴۸۰ یا ۴۷۰ درہم قرار پائی، یہ قیمت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمادی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ درہم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیا کہ اس سے خوشبو، عطر اور زیب و زینت کا سامان خرید کر لائیں، تاکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تیار کیا جائے، اور باقی رقم حضرت ام سلیم کے سپرد فرمائی تاکہ سامان جہیز کا نظم ہو سکے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہدیہ کر دیا اور فرمایا کہ علی تم مرد مجاہد ہو یہ زرہ تمہارے پاس ہی رہنی چاہیے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت ابو بکر و عمر، عبدالرحمن بن عوف اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلا لائیں، جب سب مسجد نبوی میں جمع ہو گئے تو آپ نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور انہیں گواہ بنا کر فرمایا کہ میں نے چار سو مشقال چاندی کے بدلے فاطمہ کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیا اور زوجین کو مبارک باد دی اور ان کے لیے صالح اولاد کی دعا فرمائی، اور ایک طبق کھجور سے حاضرین کی ضیافت فرمائی۔ (دیکھئے:

الإصابة: ۱۵۸/۸)

نکاح کے وقت رائج قول کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ سال تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر ۲۱ سال پانچ ماہ تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے جہیز کے جو سامان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کرائے وہ زرہ کی قیمت کی باقی ماندہ رقم سے کرائے، اور چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی پرورش میں تھے اس لیے ان کے گھر بسانے اور

سامان مہیا کرنے کی ذمہ داری بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تھی۔ ذیل میں اس بابرکت شادی سے متعلق چند روایتیں ذکر کی جاتی ہیں، جن میں پیغام نکاح، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مہر اور جہیز کا ذکر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا پیغام آیا تو میری ایک باندی نے مجھ سے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا پیغام آیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، اس نے کہا: ان کی شادی کا پیغام آچکا ہے، آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے تاکہ حضور ﷺ آپ سے شادی کر دیں، میں نے کہا: میرے پاس ایسی کوئی چیز ہے جس کے ذریعہ شادی کروں؟ اس باندی نے کہا: آپ حضور ﷺ کے پاس جائیں تو حضور ﷺ ضرور آپ سے شادی کر دیں گے۔ اللہ کی قسم وہ امید دلاتی رہیں، یہاں تک کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا، جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا تو مجھ سے بولا نہ گیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب اور بدبہ کی وجہ سے میں بات نہ کر سکا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیوں آئے ہو؟ کیا تمہیں کوئی ضرورت ہے؟ میں خاموش رہا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تم فاطمہ سے شادی کا پیغام دینے آئے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں، حضور ﷺ نے فرمایا: مہر میں دینے کے لئے تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا: یار رسول اللہ! کچھ نہیں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو جو زرہ بطور اسلحہ کے دی تھی اس کا کیا ہوا؟ وہ زرہ قبیلہ حطمہ بن محارب کی بنائی ہوئی تھی، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں علی کی جان ہے، اس کی قیمت چار درہم تھی (بلکہ چار سو اسی درہم تھی جیسے کہ آگے ابن عساکر کی روایت میں آ رہا ہے) میں نے کہا: وہ میرے پاس ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے فاطمہ سے تمہاری شادی کر دی ہے، تم وہ زرہ فاطمہ کو بھیج دو اور اسی کو فاطمہ کا مہر سمجھو، بس یہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ کا مہر — (حیۃ الصحابہ، ج: ۲، ص: ۸۴، بحوالہ بیہقی، البدایہ: ۲/۲۶۲)

حضرت فاطمہ بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاں آئیں تو ہمیں ان کے گھر میں یہی چند چیزیں ملیں، ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی، ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اور ایک گھڑا اور ایک مٹی کا لونا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ جب تک میں نہ آ جاؤں اس وقت تک اپنے گھر والوں کے قریب نہ جانا، چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا: کیا میرا بھائی یہاں ہے، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہ نے کہا: یار رسول اللہ! جب آپ نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دی تو اب یہ آپ کے بھائی کیسے ہوئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابہ کا آپس میں بھائی چارہ کرایا تھا اور حضرت علی کا بھائی چارہ اپنے ساتھ کیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بھائی چارہ کے ساتھ یہ شادی ہو سکتی ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پانی منگایا، پھر کچھ پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینے اور چہرے پر ہاتھ پھیرا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، تو فاطمہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر آپ کے پاس آئیں اور وہ شرم و حیا کی وجہ سے اپنی چادر میں لٹکھڑا رہی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی میں سے کچھ حضرت فاطمہ پر چھڑکا اور ان سے کچھ فرمایا اور یہ بھی فرمایا: اپنے خاندان میں مجھے جو سب سے زیادہ محبوب تھا، اس سے تمہاری شادی کرنے میں میں نے کوئی کمی نہیں کی۔ (حوالہ سابق ص: ۳۹)

ایک روایت میں ہے :

”لقد زوجتک سیداً فی الدنیا والآخرۃ۔ (أعلام النساء، ص: ۱۲۵)

ترجمہ : میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو دنیا میں بھی سردار ہیں اور آخرت میں بھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی (مجھ سے) شادی کی تو آپ نے پانی منگا کر اس سے کلی کی، پھر مجھے اپنے ساتھ اندر لے گئے اور وہ پانی میرے گریبان اور میرے دونوں کندھوں کے درمیان چھڑکا اور: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ پڑھ کر مجھ پر دم کیا۔ (حوالہ سابق ص: ۸۴۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر ہم بھی موجود تھے، ہم نے اس سے اچھی کوئی شادی نہیں دیکھی، بچھونے میں ہم نے کھجور کی چھال بھری اور کھجور اور کشمش ہمارے پاس لائی گئی، جسے ہم نے کھایا اور شادی کی رات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچھونا ایک مینڈھے کی کھال تھی۔ (حوالہ سابق)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جہیز میں ایک جھالروالی چادر، ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ دیا، جس میں اذخر گھاس بھرا ہوا تھا۔ (حوالہ سابق)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :

”انہوں نے (یعنی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ نے زرہ کی بقیہ قیمت سے) دو چادریں، دو تمان کی نہالی، چار بالشت کپڑا، دو چاندی کے بازو بند، گدا، تکیہ، ایک پیالہ، ایک چکی، ایک مشکیزہ اور کچھ مشروبات وغیرہ خریدے۔“ (مدارج النبوت اردو: ۱۳۰/۲)

روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ شادی سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کے بارے میں دریافت فرمایا تو وہ خاموش رہیں، جو رضامندی کی دلیل تھی۔

— (جاری)

ہندوستان میں اسلامیات اور سیرت نگاری کے فروغ میں، غیر مسلموں کی خدمات

• رضوان اللہ آروی

مطالعات اسلامی یا اسلامک اسٹڈیز میں، سیرت نگاری کو شروع سے اختصاصی اور امتیازی حیثیت حاصل رہی ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت مبارکہ کی ہمہ جہت صفات و خصوصیات کو دنیا کی مختلف زبانوں میں اور مختلف طرز و اسلوب میں اتنی کثرت سے قلم بند کیا گیا ہے کہ سیرتی ادب اپنی الگ پہچان اور شناخت کے ساتھ اب مطالعات اسلامی کا ایک خاص فن اور نشان امتیاز بن چکا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس کا یہ اعجاز ہے کہ آپ کی شخصیت اور سیرت و سوانح، نہ صرف مسلم مصنفین کے لئے بلکہ مختلف مذاہب کے عالموں، دانشوروں، سوانح نگاروں اور اہل قلم کے لئے ہمیشہ جذب و کشش کا باعث رہی ہے۔ اس باب میں مغربی مفکرین اور مستشرقین کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، جنہوں نے اسلامیات اور پیغمبر اسلام کی شخصیت پر انگریزی سمیت، دنیا کی مختلف زبانوں میں سیرتی ادب کا بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ شخصیت کو پرکھنے اور حالات و واقعات کا تجزیہ کرنے میں سب کا نقطہ نظر الگ ہے۔ لیکن آپ کی عظمت و تقدیس کا اعتراف سب نے بیک زبان و قلم کیا ہے۔ بعض غیر مسلم مصنفین نے تو یہاں تک اعتراف کیا ہے کہ ۲۳ برس کی قلیل مدت میں ایک وحشی اور غیر مہذب قوم کو، مہذب دنیا کے قائد کے منصب پر فائز کر دینا، نہ صرف اسلامی تاریخ کا بلکہ انسانی تاریخ کا ایک حیرت انگیز واقعہ ہے۔

اس حقیقت کا اعتراف کرنے والوں میں تصنیف و تالیف کے حاملین کے ساتھ بعض ایسے سیاسی و سماجی رہنما بھی ہیں جنہوں نے آپ کی سیرت و سوانح پر کوئی مستقل کتاب تو نہیں لکھی البتہ اپنے مضامین و مقالات اور تاثرات میں پیغمبر اسلام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے آپ کی پیغمبرانہ صفات کا برملا اعتراف کیا ہے۔ بلکہ مہاتما گاندھی نے تو اپنے پیروؤں کو

سیرت نبوی کا مطالعہ کرنے کی تلقین بھی کی ہے تاکہ وہ اسلام کی حقیقت کو سمجھ سکیں۔ جزل ”ینگ انڈیا“ میں اپنے ایک اہم مضمون میں مہاتما گاندھی نے لکھا ہے کہ پیغمبر کی سیرت کا مطالعہ کرنے کے بعد اب میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا بلکہ یہ رسول عربی کا جذبہ ایثار و قربانی اور ذات خداوندی پر آپ کا ایقان و اعتماد تھا جس سے لوگ فطری طور پر آپ سے متاثر اور اسلام کی طرف راغب ہونے لگے تھے..... ہندوستان میں دوسرے بڑے غیر مسلم مفکر، شاعر، مصنف اور دانشور رابندر ناتھ ٹیگور ہیں جنہوں نے اسلام کو، عالمی مذاہب میں بڑا مذہب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام کا پیغام کسی خاص فرقہ یا مذہب تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ پورے عالم انسانیت کو محیط ہے اور دنیا میں امن و سکون کا راز اسی پیغام میں پنہاں ہے..... ہندوستان کی سیاست، شعر و ادب اور مذاہب کے مطالعہ کے ضمن میں سروجنی نائیڈو کا نام محتاج تعارف نہیں۔ مطالعات اسلامی کے دوران انہیں اس حقیقت کا ادراک ہوا کہ عالمگیر اخوت اور مساوات انسانی کا تصور، مجسم ہو کر دنیا کے سامنے آیا تو یہ پیغمبر اسلام کی پاکیزہ اور شاندار کوششوں کا نتیجہ تھا۔ سروجنی نائیڈو کو یہ بات بے حد اپیل کرتی ہے کہ شان و شوکت کے تمام امکانات ہونے کے باوجود آپ نے فقر و فاقہ کو پسند کیا اور عام انسانوں کے ساتھ گھل مل کر زندگی بسر کی۔ پیغمبر کی اسی طرز و روش کو، سروجنی نے خالص جمہوریت کا رنگ قرار دیا ہے۔

یہ تو ہوئی ان شخصیتوں کی بات جن کے مطالعات کا مرکز ذات نبوی یا اسلام نہیں تھا بلکہ مذاہب اور عالمی شخصیات کے مطالعات نے انہیں پیغمبر اسلام کی ذات و صفات کے مطالعہ کا موقع بھی فراہم کیا تھا۔ لیکن ہندوستان کے وہ غیر مسلم مصنفین، خاص طور پر اہل ہندو، جنہوں نے اسلامیات، فقہ اسلامی اور ذات نبوت کو اپنے مطالعات کا محور و مرکز بنایا اور ان موضوعات پر اپنی مستقل کتابیں یادگار چھوڑیں، دراصل ان کا تعارف اور ان کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنا، اس مقالے کا مقصد و مدعا ہے۔

مطالعات اسلامی کے ذیل میں سیرت کا موضوع، مہتمم بالشان موضوع ہے اور کسی ایک مقالے میں اس کا احاطہ کرنا ممکن بھی نہیں۔ لہذا سیرت نگاری کے باب میں چند ایسے غیر مسلم مصنفین کا یہاں انتخاب کیا گیا ہے جنہوں نے مثبت فکر اور عقیدت مندانہ جذبے سے سیرت پر کتابیں لکھی ہیں اور مبالغہ آرائی، افسانہ طرازی اور رنگ آمیزی سے بچتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ تاریخی صداقتیں مجروح نہ ہوں۔ اس کے علاوہ ان کے مابین ایک قدر مشترک یہ بھی ہے کہ علوم اسلامیہ اور سیرت نبوی کے وسیع مطالعہ کے ساتھ، اردو فارسی ادبیات پر بھی ان کی گہری نگاہ تھی اور جا بجا اردو فارسی اشعار کے بر محل استعمال نے، ان کے انداز و اسلوب میں بے حد لکشی پیدا کر دی ہے..... سیرت نبوی پر ہندوستانی غیر مسلم مصنفین کی بیش بہا اور قابل قدر خدمات کا اعتراف ہم پر واجب ہے۔ اور اس تحریر کو اعترافیہ کے طور پر ہی لیا جانا چاہئے، جس میں اختصار کے ساتھ، سیرت نگاری پر ان کی خدمات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور تنقید، محاکمہ یا موازنہ سے گریز کرتے ہوئے صرف تعارف و تجزیہ پر اکتفا کیا ہے۔

(۱) اسلام کے پیغمبر محمد ﷺ — از: پروفیسر کے۔ ایس۔ راماکرشنا راؤ :

اس سلسلہ کی پہلی کتاب کا نام ”اسلام کے پیغمبر محمد“ ہے۔ یہ مختصر لیکن نہایت جامع کتاب ہے۔ پیغمبر اسلام کی سیرت مبارکہ پر۔ اس کے مصنف، پروفیسر کے۔ ایس۔ راماکرشنا راؤ، جنوبی ہند کے ایک کالج، مہارانی آرٹس کالج فار وومین، میسور میں شعبہ فلسفہ کے صدر ہوا کرتے تھے۔ لیکن اسلامیات اور سیرت نبویؐ ان کی دلچسپی اور مطالعات کا مرکز تھا۔ خاص بات یہ ہے کہ فلسفہ کے پروفیسر ہونے کے باوجود، انہوں نے سیرت پر اپنی کتاب کو فلسفہ طرازی سے دور رکھا ہے اور غیر جانبدارانہ تجزیہ اور استنباط نتائج کی بہترین مثال پیش کی ہے۔ پیغمبر اسلام کی سیرت پر یہ کتاب، مصنف کی مثبت فکر اور حقیقت پسندانہ واقعہ نگاری کا بہترین نمونہ ہے۔ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ جیسے قرآن کریم کو نقل کرنے میں صحت متن کا خیال رکھا گیا ہے اسی طرح پیغمبر اسلام کی زندگی کو قلم بند کرنے میں بھی نہایت حزم و احتیاط کا ثبوت دیا گیا ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اب اسلام یا پیغمبر اسلام کے بارے میں آسانی سے کسی کو گمراہ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی ضمن میں انہوں نے اسلام کی بزرگ شمشیر اشاعت کے گمراہ کن نظریہ کو باطل قرار دیتے ہوئے صاف طور پر لکھا ہے کہ..... حضرت محمد ﷺ کو اپنی زندگی میں حاصل ہونے والی عظیم کامیابی، خاصۃً اخلاقی قوت کا ثمرہ تھی، شمشیر زنی کا نہیں..... پیغمبر اسلام کی زندگی میں ہونے والی جنگوں کا محاکمہ کرتے ہوئے انہوں نے دو نتائج اخذ کئے ہیں۔ پہلا یہ کہ آپ نے محض اپنے دفاع کی خاطر تلوار اٹھائی اور دوسرا یہ کہ تمام جنگوں میں مجموعی طور پر ہلاک ہونے والوں کی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں تھی۔

عالمی اخوت اور انسانی مساوات کے اسلامی نظریہ کو مصنف نے خاص طور پر موضوع بحث بنایا ہے اور اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی تاامل نہیں کیا کہ پیغمبر اسلام نے اس نظریہ کو نہ صرف نظری طور پر پیش کیا بلکہ عملی طور پر برت کر دکھایا بھی۔ عربوں میں نسلی تفاخر کے جذبے کو ختم کر کے جمہوری مزاج پیدا کرنا سیرت نبویؐ کا تخصص و امتیاز ہے۔ یہی جمہوری مزاج خلفائے راشدین کی طرز حکمرانی میں بھی نظر آتا ہے۔ اس سلسلے میں مصنف نے مہاتما گاندھی کے حوالے سے یہ اہم نکتہ پیش کیا ہے کہ آج دنیا میں اسلام کے بارے میں جو سو سے اور اندیشے ہیں تو اس کی ایک بڑی وجہ، اس کی عالمگیر انسانی برادری کا تصور بھی ہے، جس کے نفاذ کی صورت میں نام نہاد عظیموتوں کے بت ٹوٹ کر بکھر جائیں گے۔

پروفیسر کرشنا راؤ نے، پیغمبر اسلام کی حیات مبارکہ کے ہر چھوٹے بڑے واقعہ پر نگاہ رکھی ہے اور اس بات پر حیرت کا اظہار کیا ہے آپ کی ذات اقدس کی بدولت عربوں کی زندگی اور ان کی سماجیات میں انقلاب عظیم رونما ہوا لیکن آپ کی سادگی اور کردار میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صرف واقعہ نگاری پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسلام کے نظری علوم نے پیغمبر کے عمل و کردار سے مل کر جو انقلاب برپا کیا، انہوں نے اس کی طرف خاص طور پر اشارہ کیا ہے۔ مثلاً تصور عبادت، صرف اللہ کی بندگی تک محدود نہ رہ کر زندگی کے ہر شعبے تک پھیل گیا۔ اس کی وجہ سے اخلاقی قدریں بھی بدلیں اور عربوں کی طرز و روش میں نمایاں فرق آیا۔

آخر میں مصنف نے ذات و صفات باری، صحت عقیدہ، جبر و اختیار اور وحدانیت جیسے موضوعات پر بھی گفتگو کی ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ خدا کے سامنے مکمل اور غیر مشروط خود سپردگی میں ہی دراصل انسانیت کی خیر و فلاح ہے۔ اس کتاب کا سبب تالیف محض واقعات کا بیان ہے بھی نہیں۔ مصنف نے نظریات سے بحث کی ہے اور پیغمبر اسلامؐ کی زندگی کے نشیب و فراز کے باطنی ثمرات پر نگاہ کھی ہے اور آپؐ کی تعلیمات میں پنہاں اس جوہر کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے جو انسان کو ظاہری رفعت اور باطنی شرف عطا کرتا ہے۔

(۲) پیغمبر اسلام — از: گھونا تھ سہائے :

اس سلسلے کی دوسری اہم کتاب ”پیغمبر اسلام“ ہے، جس کے مصنف گھونا تھ سہائے کا تعلق برہم سماج سے تھا، جس کے بانی راجہ رام موہن رائے تھے۔ یہ لوگ اردو فارسی جاننے کے ساتھ، اسلامی تاریخ اور پیغمبر اسلامؐ کی سیرت و سوانح کا وسیع علم رکھتے تھے۔ یہ لوگ وحدانیت کے بھی قائل تھے۔ اس کتاب کا دیباچہ لکھتے ہوئے آزیل جنٹس سر عبد القادر نے اس کتاب کی تالیف کے دو اسباب بیان کئے ہیں۔ پہلا یہ کہ مصنف ایک مرد کامل کی شخصیت و سیرت کا بہترین نمونہ غیر مسلم قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے اور دوسرے یہ کہ وہ اس کو ہندو مسلم اتحاد کا وسیلہ بھی بنانا چاہتے تھے۔ یہ بات اس لئے بھی صحیح ہے کہ خود مصنف نے اپنی اس تصنیف کا انتخاب ان لوگوں کے نام کیا ہے جو ہندو مسلم اتحاد کے حامی رہے ہیں۔

مجموعی طور پر یہ کتاب ۲۱ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس میں ایام جاہلیت اور آنحضرتؐ کی پیدائش سے لے کر آپؐ کی وفات تک کے واقعات کو بالترتیب بیان کیا گیا ہے۔ واقعات میں وہی ترتیب ہے جو عام طور پر سیرت کی کتابوں میں ملتی ہے۔ واقعات سادہ اسلوب اور عام فہم زبان میں پیش کئے گئے ہیں اور اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ حقیقت بیانی میں کسی قسم کی آمیزش نہ ہو۔ مصنف اس خیال کے حامی ہیں کہ پیغمبر کا کردار اور حسن اخلاق لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا سبب بنا۔ آپؐ کی صفت رحمت اور عفو و درگزر کو بیان کرتے ہوئے مصنف نے یہ بات نہیں کہنے کے باوجود کہہ دی ہے کہ پیغمبرؐ کی مکمل سوانح حیات میں ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی جب آپؐ نے تلوار سامنے رکھ کر کسی کو اسلام کی دعوت دی ہو۔

کتاب کے آخری ابواب، پیغمبر کے خصائل و عادات، تعلیم و ارشادات اور آپؐ سے متعلق چند روایات پر مشتمل ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ انہی تینوں ابواب نے اس کتاب کی وقعت اور قدر و قیمت میں اضافہ کر دیا ہے۔ یہ نکتہ قابل غور ہے کہ پیغمبر کے عادات و اطوار کے سلسلے میں مصنف نے ان باتوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے جن سے انسانی ہمدردی و مساوات کے جذبات عیاں ہوتے ہیں اور یہ بھی کہ بلا تفریق مذہب و ملت آپؐ پوری انسانی برادری کو یکساں عزت و احترام کا مستحق سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کی تعلیمات و ارشادات کے ذیل میں بھی مصنف نے ان نکات کو ترجیحی طور پر پیش کیا ہے جس میں آپؐ، انسانی شرف و عظمت کا لحاظ رکھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ انہوں نے پیغمبرؐ کی تقریباً ستر ایسی تعلیمات کا ذکر کیا ہے جن کو نہ صرف

اسلامیات کا بلکہ اخلاقیات کا منشور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ پیغمبر کی ان تعلیمات میں خدا اور بندے کے تقریباً تمام حقوق سمٹ آتے ہیں۔

(۳) اسوۂ حسنہ — از: بھونیشری سہائے عرف بھولابابو وکیل :

اس سلسلے کی ایک اور اہم کتاب ”اسوۂ حسنہ“ ہے، جس کے مصنف بھونیشری سہائے عرف بھولابابو وکیل اسلامیات کے عالم ہونے کے ساتھ، کاسٹھوں کے اس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے جو اردو فارسی زبان و ادب پر عبور رکھتے تھے۔ یہ لوگ بڑے غیر جانبدار اور بے تعصب ہوا کرتے تھے۔ بھولابابو کی یہ کتاب کئی حصوں پر مشتمل ہے اور سیرت نبوی کی تقریباً تمام جہتوں کا احاطہ کرتی ہے۔ کتاب کے دیباچہ سے ہی ذات رسالت مآب کے ساتھ مصنف کی شیفتگی اور عقیدت کے جذبات نمایاں ہیں۔ لیکن وہ جذبات عقیدت میں ڈوب کر سیرت نگاری کے قائل نہیں بلکہ وہ ایک ایک واقعہ کے مزج و منبع تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ تاریخی صداقت مجروح نہ ہو۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان کے بیان میں تاریخ کی غلطیاں نہیں ملتیں۔ یہاں تک کہ انہیں کہیں پر کچھ شبہ ہوتا ہے تو وہ مسلم دانشوروں سے تحقیق کرتے ہیں۔ اور مستند ماخذ اور حوالہ ملنے کے بعد ہی اس واقعہ کو قلم بند کرتے ہیں۔

حالانکہ اس کتاب میں کوئی نیا واقعہ یا کوئی نئی بات پیش نہیں کی گئی ہے۔ مصنف نے آپ کے انہی اوصاف و امتیازات کو بیان کیا ہے کہ جن اوصاف نے اسلام کی اشاعت کی راہ ہموار کر دی تھی۔ مثلاً آپ کی پاکیزگی و طہارت، سادگی، انکساری، عفو و درگزر، صبر و شکر، تحمل و برداشت، حسن اخلاق، رواداری، اخوت و مساوات، سخاوت و فیاضی، شجاعت و جوانمردی، امانت و دیانت اور نرمی و راست گفتاری جیسی صفیتیں سیرت کی ہر کتاب کی طرح اس کتاب کی بھی زینت ہیں۔ لیکن اس یکسانیت کے باوجود کچھ انفرادیتیں بھی اس کتاب کے نشان امتیازات ہیں۔ مثلاً اخوت و مساوات کے اسلامی نظریہ کو بیان کرتے ہوئے مصنف نے دیگر مذاہب سے اس کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے جس سے اسلام کی آفاقیت مزید نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ مثال کے طور پر دیگر مذاہب میں کسی خاص فرد یا طبقہ کو ہی یہ حق حاصل ہوتا تھا کہ وہ لوگوں کی رہنمائی و پیشوائی کرے، خواہ وہ علمی یا روحانی طور پر اس منصب کا اہل ہو یا نہ ہو۔ برعکس اس کے، اسلام میں علم و تقویٰ کو فضیلت و برتری کا معیار قرار دیا گیا جس سے کسی خاص فرد، طبقہ یا جماعت کی برتری خود بخود ختم ہوگئی۔ اسی ذیل میں مصنف کا یہ موازنہ بھی قابل غور ہے کہ دیگر مذاہب کے لوگ انبیاء سابقین کی تکذیب کر کے بھی اپنے مذہب پر قائم رہ سکتے ہیں لیکن اسلام میں نبی آخر الزماں کے ساتھ دیگر تمام انبیاء و رسل پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔

مصنف کی ایک اور بڑی انفرادیت، جس کے ذکر کے بغیر ان کی اس کتاب ”اسوۂ حسنہ“ پر گفتگو مکمل نہیں ہو سکتی، یہ ہے کہ انہوں نے اس کتاب کے مکمل ایک حصہ کو صرف امہات المؤمنین کے ذکر کے لئے مخصوص رکھا ہے اور ان کے

تذکرے کے ذیل میں زن و شو کے تعلقات، دین مہر، اسلامی نکاح، حق وراثت اور طلاق و خلع جیسے نازک موضوعات پر بھی سیر حاصل گفتگو کی ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے اپنی گفتگو کو صرف اسلام تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ اقوام عالم میں، نیز مختلف مذاہب میں عورتوں کے حقوق کی پامالی اور ان کی زبوں حالی کا بڑا کر بناک نقشہ کھینچا ہے۔ اس سے مصنف کے وسعت مطالعہ کے ساتھ ان کے حقیقت پسندانہ تجزیہ کا پتہ چلتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

”یہودیت، عیسائیت، جمہوریت بڑے بڑے مذاہب موجود تھے مگر عورت کو عزت کی جگہ دینے والا اور ان کے حقوق کا محافظ سوائے اسلام کے دوسرا مذہب نہیں نکلا۔“

حق وراثت کے سلسلے میں تو مصنف نے خود اپنے مذہب پر تنقید کی ہے جس میں بیوہ عورتوں کو شوہر کی جائداد میں کوئی حق حاصل نہیں ہوتا، جبکہ اسلام نے انہیں یہ حق دیا ہے تاکہ وہ ایک باعزت اور پُر وقار زندگی گزار سکیں۔ سیرت نبوی کے باب میں یہ کتاب ”اسوۂ حسنہ“ اپنے موضوع و مواد اور کیفیت و کم کے اعتبار سے بلاشبہ ایک اضافہ ہے۔ اسی لئے خواجہ حسن نظامی اور حضرت مولانا شاہ محمد الدین قادریؒ زبیب سجادہ محببی، خانقاہ مجیبیہ پھلواڑی شریف جیسی شخصیتوں نے اس کتاب کی تحسین کی ہے اور مصنف کی پُر خلوص کاوش کی داد دی ہے۔

(۴) سوانح عمری حضرت محمد صلعم بانی اسلام — از: شردھے پرکاش دیوجی :

سیرتی ادب میں، شردھے پرکاش دیوجی کی کتاب ”سوانح عمری حضرت محمدؐ“ بھی اہم کتاب ہے۔ یہ کتاب واقعات کے بیان میں تاریخی صداقت پر زیادہ زور دیتی ہے اور مسائل سے کم بحث کرتی ہے۔ اسی لئے اس میں تحقیق و نقض اور تلاش و جستجو کا عنصر نمایاں ہے۔ لیکن واقعات کے بیان میں محاکمہ و تجزیہ کے عناصر مفقود ہیں۔ مصنف نے حالانکہ حد درجہ عقیدت و محبت کے ساتھ سیرت نگاری کی ہے۔ لیکن مبالغہ آرائی اور رنگ آمیزی سے بالکل پرہیز کیا ہے۔ جابجا شیخ سعدی کے اشعار سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اور بعض واقعات کے بیان میں بوتال کے اشعار کے حوالے بھی دئے گئے ہیں۔ اس سے فارسی شعرو ادب پر بھی مصنف کی نگاہ و دسترس کا اندازہ ہوتا ہے۔

مجموعی طور پر یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں آنحضورؐ کی پیدائش سے لے کر آپ کی ۲۵ سالہ زندگی تک کے واقعات کا بیان ہے۔ دوسرے باب میں ہجرت تک کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ تیسرا، چوتھا اور پانچواں باب بالترتیب جنگ بدر، جنگ احد اور جنگ خندق تک کے احوال پر مشتمل ہے۔ چھٹے باب میں فتح مکہ اور ساتویں باب میں آپ کی رحلت کا ذکر ہے۔

واقعاتی تسلسل کے اعتبار سے یہ کتاب جامع ہے۔ البتہ اس میں مرکزی واقعات پر توجہ مرکوز رکھی گئی ہے اور ذیلی واقعات سے صرف نظر کیا گیا ہے۔

(۵) عرب کا چاند — از: سوامی لکشمین پرشاد :

سیرت نبوی پر سوامی لکشمین پرشاد کی کتاب ”عرب کا چاند“ ایک ایسی کتاب ہے جس پر بہت دنوں تک لوگوں کو یقین ہی نہیں آیا کہ یہ کسی ہندو اہل قلم کی فکر کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ اس کی واحد وجہ اس کتاب کی فارسی آمیز زبان اور اس کا شاندار ادبی اسلوب ہے۔ یہ خصوصیت مسلم سیرت نگاروں کے یہاں بھی کمتر ملتی ہے ہندو مصنفین کے یہاں تو یہ تقریباً عتقا ہے۔ چار صفحات سے بھی زیادہ پر مشتمل یہ ضخیم کتاب اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں مصنف کے وسیع و صحیح علم و اطلاعات کا خزانہ ہے۔ مزید حیرت کی بات تو یہ ہے کہ مصنف نے یہ کارنامہ بہت کم سنی میں انجام دیا۔ وہ عین جوانی میں اس دنیا سے چل بسا جب اس نے زندگی کی محض ۲۶ بہاریں ہی دیکھی تھیں۔

کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے نصف اول میں آپؐ کی مکی زندگی اور نصف دوم میں مدنی زندگی کا بیان ہے۔ کتاب کے مشتملات اور سیرت کے واقعات میں کوئی نیا پن نہیں، بلکہ ان کے مرصع اسلوب نے اس کتاب کو بے جا طوالت دے دی ہے اور دوسرا بڑا نقصان یہ ہوا کہ قاری ان کے سحرانگیز اسلوب کے سحر میں کھو کر رہ جاتا ہے اور سیرت کہیں دھند میں کھو جاتی ہے..... مصنف اپنے اسلوب پر توجہ تو رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ جزئیات نگاری کی طرز و روش کو بھی پسند کرتے ہیں تاکہ انہیں کھل کر اور زیادہ سے زیادہ اپنی پُر کیف نثر کے مظاہرے کا موقع مل سکے۔ یہ موقع انہیں ملا بھی، لیکن ان کی سیرت نگاری کا کمال یہ ہے کہ اپنی پُر تصنع نثر کے ساتھ ساتھ انہوں نے عربوں کی تحلیل نفسی بھی کر ڈالی ہے اور ان کے درمیان پھیلی ہوئی ان بُرائیوں کی وجہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے جس کی بناء پر یہ لوگ گناہ بھی کرتے تھے اور اس پر فخر بھی کرتے تھے۔ مثلاً اہل عرب خانہ کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتے تھے تو اس کے پیچھے ان کی نفسیات یہ تھی کہ لباس ہر قسم کے گناہوں اور نجاستوں سے آلودہ ہوتا ہے، لہذا کچڑے اتار کر ہی طواف کرنا بہتر ہے۔

مصنف کے سحر طراز اسلوب سے ہٹ کر اس کتاب کے سطور اور بین السطور پر نگاہ کی جائے تو اندازہ ہو گا کہ مصنف نے غیر شعوری طور پر سیرت نگاری کی شعریات بھی مرتب کر دی ہے۔ مثلاً وہ سیرت کے ذیل میں کرامات و معجزات کے بیان کو غیر ضروری سمجھتے ہیں اور ان کی مضبوط دلیل یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی سیرت کے اُن پہلوؤں پر توجہ دی جانی چاہئے جو انسانیت کے لئے درس عبرت، چراغ ہدایت اور نمونہ عمل بن سکیں۔ جہاں تک معجزات کے بیان کا سوال ہے تو مصنف کا خیال ہے کہ معجزات، پیغمبروں کا ورثہ نہیں ہوتے جن سے ہم فیضیاب ہو سکیں، بلکہ مصنف کے الفاظ میں :

..... ”دین و دنیا کے تمام شعبوں کے متعلق ان کا شیوہ عمل، ان کا طریقہ کار، ان کی تعلیمات اور ان کا مذہب ہے جو

ہماری شاہراہ حیات پر روشنی کا مینار بن سکتا ہے.....“

اس کتاب میں واقعات کے ساتھ آپؐ کے اوصاف حمیدہ کا بیان بھی متوازی چلتا رہتا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ

آپ کی ستودہ صفات کی تائید میں مصنف اُن کفار و مشرکین کے بیانات کو سامنے لاتے ہیں جو ایمان نہ لانے کے باوجود آپ کی خوش اخلاقی اور صدق و امانت داری کے معترف و مداح تھے۔

مصنف کا فارسی شعر و ادب کا ذوق بھی قابل ستائش ہے۔ وہ حالات و واقعات کی مناسبت سے بر محل اشعار استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً درجاہلیت میں عربوں کے معاشرتی حالات کا نقشہ کھینچتے ہوئے انہوں نے یہ شعر لکھا ہے :

ایں چہ شورِ یست کہ درد و قمری پینم ❁ ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شرمی پینم

اسی طرح ہجرت مدینہ کے وقت آپ بار بار مژدہ کر اپنے محبوب وطن مکہ مکرمہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس منظر کی عکاسی کے لئے مصنف نے اس شعر کا انتخاب کیا ہے :

حُب وطن از ملک سلیمان خوشتر ❁ خار و ٹن از سنبل و ریحان خوشتر

اسی طرح مکی زندگی میں آپ اور آپ کے اصحاب پر جو ظلم و ستم کئے گئے۔ ان ظالمانہ مناظر کی تصویر کشی کے بعد، مصنف نے یہ مصرع لکھ کر گویا اس داستان الم پر آخری مہر لگا دی ہے..... ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں..... مصنف کے اسی شعری ذوق نے انہیں منظوم اسلامی تاریخ کے مطالعہ کی طرف مائل کیا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کی مکی اور مدنی زندگی کے مختلف واقعات کو بہت سے شعراء نے نظم کیا ہے۔ مصنف بار بار ان کی مثالیں دیتے ہیں اور نمونے کے طور پر بے شمار اشعار نقل کرتے ہیں۔ اس سے واقعات کے تسلسل میں تو کوئی فرق نہیں آیا البتہ روانی میں فرق ضرور آیا ہے اور ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ جو واقعہ نثر میں بیان کر دیا گیا، پھر اس کی منظوم مثالیں پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے کتاب کی ضخامت میں اضافہ بھی ہوا اور قاری کو اس سے کوئی نئی اطلاع فراہم بھی نہیں ہوتی..... تاہم ان تمام باتوں کے باوجود، مصنف کی جزئیات نگاری اور سیر و تاریخ کا ان کا وسیع مطالعہ قابل ستائش ہے۔ حالانکہ انہوں نے اپنے منابع و ماخذ کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن واقعہ نگاری میں تفصیلات اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ سیرت نبویؐ کے قدیم اور اصل ماخذ تک پہنچے ہیں اور ان کے دوست اور علمی رہنما حکیم سید عبد اللہ نے ان کی صحیح رہنمائی کی ہے۔ جس کا اعتراف بھی انہوں نے کیا ہے۔ کسی غیر مسلم مصنف کے قلم سے، سیرت کی ایسی جامع کتاب، اتنے دلکش ادبی اسلوب میں، اب شاید ہی کبھی دیکھنے کو ملے۔

(۶) رسول عربی — از: گوردت سنگھ دارا :

غیر مسلموں کی سیرت نگاری کا باب شاید مکمل نہیں ہو گا اگر ایک پنجابی سکھ سیرت نگار گوردت سنگھ دارا کی کتاب ”رسول عربی“ کا ذکر نہ کیا جائے۔ دارا کی یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے جس میں آپ کی ولادت سے لے کر آپ کی وفات تک کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ واقعات میں نہ تفصیل ہے اور نہ اختصار۔ البتہ صداقت ضرور ہے۔ اس لحاظ سے تو شاید اس کتاب میں کسی انفرادیت کی تلاش بے سود ہوگی لیکن وہ خصوصیت جو اس کتاب کو، سیرت کی دیگر کتابوں سے ممتاز و ممیز کرتی ہے

وہ پنجابی لفظیات میں لپٹا ہوا اس کا وہ دلکش اسلوب ہے جو ایک پنجابی مصنف ہی لکھ سکتا تھا۔ حالانکہ اس انداز و اسلوب میں کہیں کہیں شوخی کا رنگ بھی نمایاں ہو گیا ہے، جو پنجابیوں کی فطرت کا خاصہ ہے۔ اور اس نشہ کو جس چیز نے دو آتشہ بنا دیا ہے وہ پنجابیت کے ساتھ اردو فارسی شعر و ادب کا حسین امتزاج ہے۔ مثلاً آنحضورؐ جب اس دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت کی منظر کشی کرتے ہوئے مصنف نے یہ دو اشعار لکھے ہیں :

بلحا کا باشی من موہن، جب فرسش پہ آی آئن میں ❁ تب کا سہ کہوں میں اے ری سکھی، جو دھوم تھی کون و مکان میں سب حور و ملائک جن و بشر، ساتوں ہی فلک اور سارے نبی ❁ تھی صل عسلٰی کی دھوم مچی، آتی تھی صد ایہی کانن میں غالباً اسی بناء پر، اس کتاب کا دیباچہ لکھتے ہوئے سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ اگر الفاظ اور طریقہ تعبیر میں کہیں کہیں غلطی ہو تو بھی مصنف کے حسن نیت پر گمان نیک رکھنا چاہئے۔ کہیں کہیں تو اس کتاب کی نثر پر منشورِ منثوی کا گمان ہوتا ہے۔ بعض مقامات پر کسی واقعہ کی عکاسی و ترجمانی کے لئے یا پھر کسی کی بے چینی و اضطراب کو ظاہر کرنے کے لئے، مصنف نے خود کلامی کا وہی انداز و اسلوب اختیار کیا ہے جو نظم میں، مثال کے طور پر، منثوی سحر البیان وغیرہ میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ دراصل منظوم اسلامی تاریخ سے مصنف کو دلچسپی رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسدس حالی کے اشعار اس کتاب میں جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔

کتاب میں تحقیقی یا فہمی مسائل سے کوئی بحث نہیں کی گئی ہے۔ واقعات کو سرسری اور اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور ضمنی سانحات کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف مرکزی واقعات پر نگاہ رکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ، مصنف نے خود کو صرف پیغمبر اسلامؐ کی سیرت و سوانح تک محدود رکھا ہے اسلامیات کے دیگر شعبوں پر غامہ فرسائی نہیں کی ہے۔ واقعات کو صداقت کے ساتھ بیان کر دینا ان کا مقصد و مدعا ہے یہاں تک کہ واقعات کا تجزیہ بھی وہ بہت سادگی کے ساتھ کرتے ہیں، کسی بھی تاثر سے خالی اور بے جاتا و ایلات سے عاری۔

یہ چھوٹی سی جھلک تھی اُن پاک و صاف قلوب کی، کہ جن کی دلچسپیوں اور مطالعات کا واحد مرکز رسول اکرمؐ کی ذات گرامی تھی اور اردو فارسی شعر و ادب جن کا علمی شاننامہ تھا۔ یہ غیر مسلم مصنفین، اپنے ہم عصر مسلم مصنفین سے کہیں سے بھی الگ نہیں تھے۔ نہ ذہنی طور پر، نہ جسمانی طور پر اور نہ قلبی طور پر ہندوؤں کی یہ تصنیفات، سیرت کا حوالہ تو ہیں ہی، لیکن یہ ایک ایسے دور کا حوالہ بھی ہیں جب رواداری اور بے تعصبی کی فضا عام تھی اور لوگ ایک دوسرے کے مذاہب اور مذہبی شخصیات کا احترام لازمی سمجھتے تھے۔ چنانچہ پیغمبر اسلامؐ کے مصنف رگھوناتھ سہائے نے اس کتاب کے دیباچے میں اپنے بچپن کی یادوں کو شیر کرتے ہوئے لکھا ہے :

”ہم بچوں نے کبھی بھی یہ محسوس نہیں کیا تھا کہ ہم علاحدہ علاحدہ دھرم میں ہیں۔ باوجودیکہ اس وقت بھی ہندوؤں میں چھوت چھات کا بہت خیال تھا لیکن باوجود اس کے نفرت اور غیریت کا خیال ان سے کوسوں دور تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد

ہے کہ میرے بہت سے رشتہ دار گو پڑانے خیالات کے سنا تھی ہندو تھے لیکن ان کے تعلقات مسلمان بھائیوں سے بہت برادرانہ تھے اور میں نے کبھی ان کی زبان سے ایک کلمہ بھی مسلمانوں کے خلاف نہیں سنا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ میں نے ایسے حالات میں پرورش پائی جب کہ ہر ایک قوم و مذہب کے لوگوں میں محبت و آشتی تھی اور دوری و علاحدگی کا نشان تک موجود نہ تھا۔“

زبانیں وسیلہ ہوتی ہیں ایک دوسرے سے قریب آنے کی اور یہ سچ ہے کہ اردو فارسی سے محبت اور واقفیت نے انہیں اسلامیات سے قریب ترکیا تھا اور چونکہ ان کا ذہن صاف اور قلب پاک تھا، لہذا وہ فطری طور پر پیغمبر اسلام کی شخصیت سے متاثر ہوئے اور آپ کو خراج عقیدت پیش کئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہ کتابیں اشاریہ ہیں اس حقیقت کی کہ تکثیری معاشرے میں امن و امان کی فضا قائم رکھنے کے لئے ایک دوسرے کے مذاہب کا مطالعہ انہی کی زبان میں کرنا کتنا ضروری ہے۔ سیرت پر غیر مسلم مصنفین کی یہ کتابیں، ایک ایسے دور کی روشن علامت بن کر ہمیشہ زندہ رہیں گی جب ہم دلی بھی تھی اور ہم زبانی بھی۔

منابع :

- (۱) دراسات اسلامیہ کے فروغ میں ہندوؤں کی خدمات: پروفیسر شینٹ محمد اسماعیل اعظمی، بھٹائی دنیا، دہلی، ۲۰۰۲ء۔
- (۲) عرب کا چاند: سوامی لکشمین پرشاد، مکتبہ الحسنات، دہلی، ۱۹۹۰ء۔
- (۳) اسلام کے پیغمبر محمد: رام کرشنا راؤ، مترجم: شمیم احمد عثمانی، کریسنٹ پبلیکنگ کمپنی، دہلی۔
- (۴) پیغمبر اسلام: گھوناتھ سہائے۔
- (۵) رسول اعظمؐ اغیار کی نظر میں: سید اجمال کچھوچھوی، بکتب خانہ قادریہ، سدھارتھ نگر، یوپی۔
- (۶) رسول عربی: گوردت سنگھ دارا، معارف پریس، اعظم گڑھ۔
- (۷) اسوۂ حسنہ: بابو بھونیشری سہائے، مونگیر۔
- (۸) سوانح عمری حضرت محمدؐ: شر دھے پرکاش دیوجی۔
- (۹) مقالہ پیغمبر اسلامؐ غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں: ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی۔ mazamin.com
- (۱۰) Gandhiji about Prophet Mohammad (pbuh) with reference "Young India" 1924. Extracted from eduislamweb. blgspot.in

ہندوستان میں علوم اسلامیہ

• ریاض فردوسی — عالم گنج، پٹنہ

مذہب اسلام میں تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر سب سے پہلی وحی میں جو آیت نازل ہوئی اس میں تعلیم کا ہی ذکر ہے۔ ”پڑھا سپے رب کے نام سے جس نے تمہیں پیدا کیا“ — (سورہ علق، پارہ: ۳۰)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ علم کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کے لیے آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: علم و حکمت کی باتیں ایک گھنٹہ سننا ایک ہزار شہیدوں کے جنازے میں شامل ہونے اور ایک ہزار راتوں کی عبادت سے زیادہ قابل تعریف ہے۔ جو عالم کی قدر کرتا ہے وہ میری قدر کرتا ہے اور جس نے ایک عالم کی عزت کی اس نے ستر نیویں کی عزت کی اور جس نے ایک طالب علم کی توقیر کی اس نے ستر شہیدوں کی توقیر کی۔ ”صفہ“ پہلا باضابطہ اسلامی اسکول تھا، (صفہ اس چبوترے کو کہتے ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں تھا، اور اب بھی وہاں موجود ہے) اس چبوترے پر لوگ جمع ہوتے تھے اسلامی تعلیمات سیکھتے اور اللہ کا ذکر اور عبادت میں مشغول رہتے۔ کئی کئی دنوں کا فاقہ ہوتا، لیکن وہ صادق طالب علم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، علوم دینیہ سیکھنے اور ہمہ وقت دیدار نبی آخر الزماں ﷺ کے لئے ہر طرح کی مشقت و پریشانی کو برداشت کرتے ہوئے دونوں عالم کے استاد ﷺ سے علم سیکھ رہے ہوتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم سیکھو گود سے گورتک۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری بات لوگوں تک پہنچا دو، اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ (او کما قال ﷺ آپ ﷺ کے اس قول کو لے کر ہمارے اکابرین ہندوستان تشریف لائے۔ اسی مشن کو لے کر ہمارے اکابرین نے سرزمین ہندوستان میں بھی علوم اسلامیہ کو فروغ دیا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ تو اسلام کی ابتدائی صدیوں ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ مسلمان تاجر جنوب کے راستے سے آئے، تو فاتحین محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی سرکردگی میں مغرب کی طرف داخل ہوئے۔ مگر ہندوستان میں ایک منظم اور پائیدار مسلم سلطنت شہاب الدین غوری کے ۱۱۹۲ء میں (سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کی برکت سے) ہندوستان کو فتح کرنے کے بعد قائم ہوئی اور یہ مسلم سلطنت

مختلف حکمران خاندان کی تبدیلیوں کے ساتھ ۱۸۵۷ء تک قائم رہی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد نہ صرف عرب، ایران، افغانستان، اور ترکستان سے مسلمانوں کی بڑی تعداد یہاں آکر آباد ہوئی، بلکہ مقامی باشندوں کی بڑی تعداد نے بزرگان دین کی محنت و مشقت کے سبب اس دین کو اپنے طریقہ حیات کے طور پر منتخب کیا اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان حالات میں یہاں اسلامی تعلیمات کی اشاعت کی بھی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہاں کے باشندوں کے مزاج اور ذہنی استعداد کے پیش نظر علوم قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، نیز تاریخ و دیگر علوم پر متعدد کتابیں لکھی گئیں اور ان علوم کی اشاعت کی گئی۔ شروعات میں عربی زبان میں، پھر فارسی زبان اور اس کے بعد دیگر زبانوں میں بھی بڑی تعداد میں اسلامی علوم پر کام ہوئے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد میں جتنے فقہاء گزرے ہیں اور فقہ اور اصول فقہ پر انہوں نے جو کام سرانجام دیئے ہیں اس کی فہرست بہت لمبی ہے۔ صرف مغلیہ عہد سلطنت میں تقریباً تین سو فقہاء موجود تھے۔ ان علماء کرام کا احسان عظیم امت مسلمہ پر بے انتہا ہے۔ ان کے کارنامے بہت اہم ہیں۔ ہندوستان میں عہدِ وسطیٰ میں جو علوم قرآن میں کارہائے نمایاں انجام دیئے گئے ہیں ان میں سے چند مشہور کتابوں کا ذکر حسب ذیل ہے :

- (۱) ”دستور المفسرین“ اس کے مصنف مولانا عماد الدین محمد عارف عرف عبدالنبی اکبر آبادی (م: ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۱ء) ہیں۔
 - (۲) ”الفوز الکبیر“ اس کے مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہیں۔ یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی ہے۔
 - (۳) ”الرسالۃ الواضحة فی تخریج الآیات موسومہ بادیہ قطب شامی“ اس کو محمد علی کربلائی (۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) نے مرتب کیا ہے۔
 - (۴) ”مجمع الفوائد“ اس کے مصنف قلی بن پادشاہ قلی (م: ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء) ہیں۔
- چند عربی تفاسیر اس سے قبل لکھی گئی تھیں، ان کے نام یہ ہیں :

- (۱) ”جواہر القرآن“ اس کے مصنف تاج الدین حنفی، (متوفی: ۷۳۶ھ/۱۳۳۶ء) ہیں۔
- (۲) ”کاشف الحقائق وقاموس الدقائق“ یہ محمد بن احمد گجراتی (۸۲۱ھ/۱۴۱۸ء) کی تفسیر ہے۔
- (۳) ”تفسیر ملقط“ اس کے مصنف سید گیسو دراز (۸۲۸ھ/۱۴۲۵ء) ہیں۔
- (۴) ”تبصیر الرحمن فی تفسیر القرآن“ یہ تاج علاء الدین علی ابن احمد مہائمی (متوفی: ۸۳۵ھ/۱۴۳۲ء) کی تفسیر ہے۔
- (۵) ”نور النبی“ اس کے مصنف شیخ حسین ابن خالد ناگوری (متوفی: ۹۰۱ھ/۱۴۹۶ء) ہیں۔
- (۶) ”تفسیر القرآن“ یہ شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری (متوفی: ۸۶۹ھ) کی ہے۔
- (۷) ”تفسیر القرآن“ اس کے مصنف شیخ محمد یوسف (متوفی: ۸۲۵ھ) ہیں۔
- (۸) ”النور بحشہ“ اس کے مصنف سید اشرف ابن ابراہیم کچھوچھوی (متوفی: ۹۰۱ھ) ہیں۔
- (۹) ”تفسیر منبع عیون المعانی“ اس کے مصنف شیخ مبارک ابن خضر ناگوری (متوفی: ۱۰۰۱ھ) ہیں۔

- (۱۰) ”تفسیر محمد“ یہ شیخ محمد بن عاشق چرایکوٹی (متوفی: ۱۹۷۲ھ) کی تصنیف ہے۔
- (۱۱) ”انوار الاسرار“ یہ عیسیٰ ابن قاسم برہان پوری نے لکھی ہے۔
- (۱۲) ”تفسیر نظامی“ یہ شیخ نظام الدین ابن عبدالشکور تھانیسری (متوفی: ۱۰۳۶ھ) کی تصنیف ہے۔
- (۱۳) ”تفسیر احمدی“ اس کے مصنف ملا جیون اٹیٹھوی جو استاد اور نگ زیب عالمگیر ہیں۔
- (۱۵) ”تفسیر جہانگیری“ اس کے مصنف شیخ نعمت اللہ فیروز آبادی ہیں۔
- (۱۵) ”شرح القرآن“ اس کے مؤلف شیخ معین الدین ابن غاوند محمد کشمیری ہیں۔
- (۱۶) ”فتح الرحمن“ یہ شاہ ولی اللہ (متوفی: ۱۱۷۴ھ) کی تصنیف ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت خواہ وہ سلاطین کی رہی ہو یا مغلوں کی، اسلامی شریعت کو قانون کے طرز پر نافذ کئے رہی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فقہ اسلامی کا دور دورہ ایک طرف قاضیوں اور شیوخ اسلام کی عدالتوں میں رہا تو دوسری طرف اس کی گونج مدارس اور مکاتب میں بھی سنائی دیتی رہی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے دور اقتدار میں جتنے فقہا گزرے ہیں اور اصول فقہ پر انہوں نے جو کام سرانجام دیئے ہیں اس کی مثال آپ نہیں ملتی، بعض مصنفوں کو حکومت وقت کی سرپرستی حاصل تھی۔ کچھ فتاویٰ حکومت کی سرپرستی میں کچھ انفرادی اور باقی شرح اور حواشی بھی تصنیف ہوئے۔

چند فتاویٰ کے نام حسب ذیل ہیں :

(۱) ”فتاویٰ تاتارخانیہ“ تاتارخانیہ سلطان غیاث الدین تغلق ۱۳۹۷ء کے دربار کا ایک عالم اور فاضل امیر تھا۔ اس کے ایک ہم عصر عالم مولانا عالم بن علاء الدین حنفی دہلوی نے اس کے فیصلوں اور فتوؤں کو کتابی شکل میں ”فتاویٰ تاتارخانیہ“ کے نام سے تین جلدوں میں مرتب کیا جس کی حیثیت ایک فقہی انسائیکلو پیڈیا کی تھی، اس فتاویٰ کا امتیاز یہ ہے کہ مسائل کی تشریح و توضیح میں نہایت باریک بینی اور تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔

(۲) ”فتاویٰ فیروز شاہی“ فتاویٰ فیروز شاہی کی امتیازی خصوصیات یہ ہے کہ باب و فصل کے تحت مسائل استفتاء فتویٰ کے پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ زبان کے سلسلہ میں بھی یہ کتاب انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔ سوال و جواب کی حد تک اس کی زبان فارسی ہے لیکن فتویٰ یا جواب کی تائید میں اقتباسات عربی کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں۔ یہ سوالات اس زمانے کے سیاسی، معاشی و سماجی حالات سے متعلق ہیں۔

(۳) ”فتاویٰ عالمگیری“ فتاویٰ عالمگیری کی تالیف اس زمانے کا بلاشبہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اس کی تدوین کے لیے تقریباً پچاس علماء پر مشتمل ایک مرکزی جماعت تشکیل ہوئی۔ جماعت کے صدر شیخ نظام الدین برہان پوری تھے۔ مرکزی جماعت کے تحت ذیلی جماعتیں بھی تھیں۔ ”فتاویٰ عالمگیری“ کو ”فتاویٰ ہندی“ بھی کہا جاتا ہے۔ اور نگزیب خود اس کا

مطالعہ کرتے کہ اس میں کسی قسم کی کمی نہ ہو جائے۔ آپ اس کی خود نشاندہی کرتے، اور اس کی اصلاح فرماتے۔ اس کی تدوین میں تمام معتبر کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ایک ایک مسئلے کی اچھی طرح چھان بین کی جاتی تھی، بقول مولانا اسحاق بھٹی، ان فتاویٰ کی تالیف کا آغاز (۱۰۷۸ھ/۱۶۶۸ء) میں ہوا اور (۱۰۸۰ھ/۱۶۷۰ء) میں تکمیل ہوئی۔ اس پر دو لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ اس کی مرکزی جماعت کے علماء زیادہ تر بہار اور اودھ کے تھے۔ کچھ لوگ لاہور اور سندھ کے بھی تھے۔ ان میں مشہور، ملا فصیح الدین جعفری پھولاروی، ملا محمد جمیل جون پوری، شاہ عبدالرحیم، شیخ رضی الدین بھاگلپوری، سید علی اکبر الہ آبادی، سعید اللہ خاں سید محمد اکبر لاہوری، شیخ محمد غوث کا کوروی وغیرہ۔ مولانا نجم الدین ثاقب قاضی القضاۃ (م: ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۱ء) نے لارڈ سرجان (۱۶۹۲ء-۱۶۹۸ء) کے مشورے سے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ فتاویٰ عالمگیری کو نہ صرف برصغیر میں قبولیت حاصل ہوئی بلکہ پورے عالم اسلام میں اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ ترکی، شام، مصر اور دیگر ممالک میں شرعی فیصلوں میں اسے بطور سند استعمال کیا جانے لگا۔ یہ وہ فتاویٰ کی تصنیفات ہیں جن کی تالیف میں حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس کے علاوہ انفرادی طور پر تصنیف کی گئی فتاویٰ کی ترتیب یہ ہے :

(۱) فوائد فیروز شاہی (۲) تحفۃ النصائح (۳) طرفیہ الفقہاء (۴) فتاویٰ ابراہیم شاہیہ (۵) فتاویٰ حمادیہ (۶) شروح و

حواشی وغیرہ۔

علامہ رشید رضا کے قول کے مطابق موجودہ زمانہ میں علم حدیث کی تعلیم و اشاعت میں ہندی مسلمان سب سے آگے ہیں۔ اگر ہندی مسلمان علم حدیث کے لیے اس قدر جان فٹانی سے کام نہ لیتے تو یہ علم اب تک ختم ہو چکا ہوتا۔

صوفی علماء نے علم حدیث کی درس و تدریس پر خود بھی توجہ دی اور اپنے مریدوں میں بھی اسے حاصل کرنے کا شوق پیدا کیا، اور صالح مریدوں نے یہ کام بہ حسن و خوبی انجام دیا۔ چند مشہور و معروف صوفی علماء کی سرکردگی میں شمال ہند میں علم حدیث کے چار مکاتب قائم ہوئے۔ سیدنا شیخ نظام الدین اولیاء اس مکتب کے مشہور محدثین میں شامل ہیں۔ اس مکرم گروہ کے محدثین میں شیخ نظام الدین اولیاء (۱۲۲۶-۱۳۲۵ء) صف اول میں ہیں۔ شمس الدین محمد بکلی (متوفی: ۱۳۴۶ء) فخر الدین زراد سمانوی دہلوی (متوفی: ۱۳۴۷ء) ضیاء الدین معبد الملک برنی، محی الدین بن جلال بن قطب الدین کاشانی (م: ۱۳۱۹ء) نظام الدین علانی الہاشمی ظفر آبادی (م: ۱۳۳۴ء) شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی (م: ۱۳۵۶ء) سید محمد گیسو دراز (م: ۱۳۲۱-۱۴۲۲ء) شیخ وجیہ الدین، قاضی شہاب الدین دولت آبادی (م: ۱۴۴۵ء) اور شمس الدین خواجگی کڑوا (م: ۱۴۷۳ء) ہیں۔ بہار میں مخدوم شرف الدین منیری اور ان کا مکتب (۱۲۶۳ء-۱۳۸۱ء) اس مکتب میں شیخ مخدوم مظفر بلخی (م: ۱۲۸۴ء) مخدوم حسین بن معیز بلخی بہاری (م: ۱۴۴۱ء) مخدوم احمد دریا لنگر بلخی (م: ۱۴۸۱ء) شاہ علیم الدین بلخی دوم (م: ۱۲۸۷ھ) کی تصنیفات اور تالیفات وغیرہ ہیں۔ کشمیر میں میر سید علی ہمدانی، سید جمال الدین قاضی حسین شیرازی، میر سید علی ہمدانی

مشہور و معروف محدثین میں شامل ہیں۔ ملتان میں شیخ زکریا ملتانی (۱۱۸۰ء-۱۲۶۷ء) جمال الدین محدث، مخدوم سید جلال الدین بخاری (۱۳۰۸-۱۳۷۵ء) وغیرہ ہیں۔ ان درس گاہوں میں سنن ابوداؤد، مشارق الانوار، مصابیح السنۃ، صحیحین، سنن اربعہ، سنن البیہقی، المستدرک حاکم، شرح معانی الآثار، مسند فردوس الدینی، مشکوٰۃ المصابیح، مسند فردوس وغیرہ ہیں۔

عہد مغلیہ کے مشہور محدثین کے اسم گرامی یہ ہیں :

- (۱) ابوبکر محمد بھروچی (م: ۱۵۰۹ء)
- (۲) میر سید عبدالاول حسینی زید پوری (م: ۱۵۶۰ء)
- (۳) خواجہ مبارک بن مخدوم ارجانی زہتکی بناری (م: ۱۵۷۳ء)
- (۴) شیخ بخاری کاکوروی (۱۴۸۵ء-۱۵۷۳ء)
- (۵) طاہر پٹنی (۱۵۰۸ء-۱۵۷۸ء)
- (۶) شیخ محمد طیب سندھی (م: ۱۵۹۰ء)
- (۷) شیخ عبداللہ انصاری سلطان پوری (م: ۱۵۸۲ء)
- (۸) شیخ عبدالنبی گنگوہی (م: ۱۵۲۸ء)
- (۹) شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (۱۵۰۴ء-۱۵۸۰ء)
- (۱۰) شیخ طاہر بن یوسف سندھی برہان پوری (م: ۱۸۹۵ء)
- (۱۱) شیخ یعقوب بن حسن صرانی کشمیری (۱۵۰۲ء-۱۵۹۵ء)
- (۱۲) حاجی محمد کشمیری (م: ۱۵۹۵ء)
- (۱۳) شیخ احمد سرہندی (۱۵۶۴ء-۱۶۲۳ء)
- (۱۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۴۴۲ء-۱۵۵۱ء)

ڈاکٹر حامد رضوی نے ایک مقالہ ادب اردو کے ارتقاء میں بھوپال کا حصہ میں لکھتے ہیں کہ شمالی ہند میں سب سے پہلے قرآن کریم کا اردو ترجمہ قاضی معظم سنبھلی (مراد آباد) نے (۱۷۱۹ء-۱۱۳۱ھ) میں کیا۔ اور اس کا ایک غیر مطبوعہ نسخہ بھوپال کے کتب خانے میں موجود ہے۔ (بحوالہ، تاریخ اسلامیہ، ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد، محمد ابن قاسم سے اورنگ زیب تک، تاریخ دعوت و عزیمت، تاریخ قاسم فرشتہ، تاریخ ابن خلدون، ڈاکٹر غضنفر اے خان (ماہر انڈیا اسلامک کلچر ماہر تاریخ اسلامیہ) شمس العارفین اور ذیشان حیدر (ماہر تاریخ و اسلامک تہذیب کے مقالوں سے بھی ماخوذ) دیگر مضامین اسلامیہ۔

نادم بلخی — حیات و خدمات

• سید محمد نیر رضوی — سی ۳، رحمان اپارٹمنٹ، نیو پارس ٹولی، ڈورنڈا، رانچی (جھارکھنڈ)

ادب کی دنیا میں تحقیق و تنقید کے زاویہ نظر سے کسی فنکار کے فن کا تجزیہ بالعموم اُس کے عہد، اُس کی پرورش و پرداخت، زندگی میں درپیش حالات و واقعات اور شخصیت سازی میں رونما تخلیقی عمل کے مختلف ادوار کے پیش نظر کیا جاتا ہے۔ دبستان تنقید کی اجازت سے گروہ وضع کردہ اس عام فہم اصول و پیمانہ کے وسیع تر تناظر میں نادم بلخی کی حیات و خدمات کا جائزہ لیا جائے تو ایک نہایت ہی خوش آئند حقیقت سامنے آتی ہے۔ نادم بلخی یقیناً ایک کثیر الجہت ادیب کے طور پر ابھرتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر وہ دراصل ایک قادر الکلام عہد ساز شاعر ہیں جن کی شاعری میں کلاسیکی شاعری اور عصری حدیث کا ایک حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ یہی اُن کی شاعری کا طرہ امتیاز بھی ہے۔ بقول کلیم عاجز ”وہ جو شاعری کا سبب ہوا“۔ نادم نے بھی زندگی کے مختلف نشیب و فراز دیکھا ہے۔ زمانہ کی تلخ حقیقتوں سے نبرد آزما ہوئے ہیں۔ چنانچہ تمام اسباب و علل کی تحریک پر نادم بلخی اپنی مختلف جہتوں اور نادر و نایاب تخلیقی صلاحیتوں کی بنیاد پر بسیار نويس ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کے اردو ادب میں قدیم روایات اور جدید ذہن کے خوبصورت امتزاج کا شاعر کہلانے کے مستحق ہیں جس نے شاعری کی دنیا میں کئی کامیاب اور قابل قدر تجربہ کیا اور حق پرستی اور حق گوئی کی بنیاد پر اُس کے ثمر آور پہلوؤں سے خزانہ آردو ادب کو مزید مالا مال کیا۔

نادم بلخی کا تعلق سادات بلخ سے ہے۔ یہ خاندان شہزادہ بلخ حضرت ابراہیم ادہم بلخ سے خود کو وابستہ کرتا ہے۔ مشہور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم ادہم، بلخ کے شہزادہ تھے مگر انہوں نے دنیاوی جاہ و جلال ترک کر ڈھد و تقویٰ کو فوقیت دی اور فیری اختیار کی۔ فیری بھی ایسی کہ فرماتے ہیں :

”ہر گاہ کہ بہ طعام خوردن محتاج می گردم، صبری کنم تا مضطری گردم آن گاہ از آن طعام می خورم مانند آن کس کہ بہ میت

مضطرب شود۔“

ترجمہ : جب کھانے کی حاجت ہوتی ہے، صبر کرتا ہوں، یہاں تک کہ بیقرار ہو جاتا ہوں، ایسی حالت میں کچھ کھاپی لیتا ہوں بالکل اس شخص کی طرح جو مردار کھانے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔

ہندوستان میں بلخ و خراسان سے علمائے کرام اور صوفیائے کرام کے آنے کا سلسلہ تاتاری حملہ سے قبل اور اُس کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ امیر خسرو کے والد بزرگوار اور جید عالم امیر سیف الدین محمود بھی اسی زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے اور ضلع ایٹہ میں سکونت اختیار کی۔ یہ شرف صوبہ بہار ہی کو حاصل ہے کہ سادات بلخ اور اصحاب بلخ نے ہندوستان میں صوبہ بہار کو منتخب کیا اور یہیں آکر آباد ہوئے۔ ان حضرات کی بود و باش کی کوئی واقفیت ہندوستان کے کسی اور خطہ سے نہیں ملتی۔ حضرت ابراہیم ادہم بلخ کی ساتویں پشت (شمس الدین بلخی بن علی بلخی بن حمید الدین بلخی بن سراج الدین بلخی بن سید بزرگ بلخی بن سلطان محمود بلخی بن ابراہیم ادہم بلخی) میں مولانا شمس الدین بلخی ہندوستان تشریف لائے۔ یہ زمانہ محمد بن تغلق کا زمانہ تھا۔ مولانا کچھ دن دربار دہلی سے وابستہ رہے پھر انہوں نے صوبہ بہار کا رخ کیا اور امیر میں حضرت احمد چرم پوشؒ کے دست شفقت پر بیعت کی اور انہی کے مرید و خلیفہ بھی ہوئے۔ مولانا کے تین صاحب زادگان تھے۔ حضرت مولانا مظفر بلخیؒ، حضرت معز الدین بلخیؒ اور چھوٹے حضرت قمر الدین بلخیؒ۔ حضرت مظفر بلخیؒ مخدوم الملک حضرت شرف الدین بہاریؒ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے جبکہ دوسرے دونوں بھائی حضرت احمد چرم پوشؒ کے دامن تربیت سے وابستہ رہے۔ تاریخ سلسلہ فردوسیہ میں مولانا مظفر بلخیؒ کے فارسی مکتوبات کے ساتھ ان کی حیات و خدمات پر بھی تفصیلات موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں شعر و سخن سے دلچسپی تھی اور بڑہاں تخلص تھا۔ یہیں سے اس خانوادہ میں سلسلہ فردوسیہ جاری ہوا۔ منجملہ صاحبزادہ حضرت معز الدین بلخیؒ بھی فارسی زبان و ادب کے بہترین ادیب و شاعر میں شمار کئے جاتے ہیں۔ حضرت مظفر بلخیؒ کو کوئی اولاد نہیں تھی لہذا انہوں نے اپنے برادر زادے یعنی بھائی معز الدین بلخیؒ کے صاحبزادے حضرت حسین نوشہ توحیدؒ کو سجادہ نشین بنایا۔ حضرت حسین نوشہ توحیدؒ بھی فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کے چند اشعار دیکھیے :

من کہ در لسنگر عشق تو تلالہ زدہ ام ❀ سکہ بر عین دو عالم بہ تجسلی زدہ ام

چوں بہ غلوت گہ صوفی بجز الانہ بود ❀ غم الانہ خورم زانکہ ہم اعلیٰ زدہ ام

یعلم اللہ بہ طفیل شرف الحق امروز ❀ خیمہ بر طارم گردون معلیٰ زدہ ام

اسی خانوادہ میں شیخ احمد لنگر دریا بلخیؒ بن حسین دائم جشن بلخیؒ بھی قادر الکلام فارسی گو شاعر گذرے ہیں۔ ان کے چند

اشعار دیکھیے :

من صید کس نہ گردم شہباز لامکانم ❀ عنقائے قاف ہستم مطلب ز آشیانم

گہ باز و گہ تدروم اندر فضا ئے عشق ❀ پروانہ رونمایم گہ این و گاہ آنم

احمد وجود خود را نہ شناسد و نداند ❀ پیدا است آفتاب و من ذرہ سان آنم

اس خانوادہ میں سجادگی کا سلسلہ ”حضرت مخدوم حافظ درویش بلخیؒ“ بن مخدوم ابراہیم سلطان بلخیؒ بن مخدوم شیخ احمد لنگر دریا بلخیؒ

بن حسین دائم جشن بلخی بن حسین نوشتہ توحید تک پہنچ کر ختم ہو گیا کیونکہ حضرت مخدوم حافظ درویش بلخیؒ نے مخدوم الملک کے خاندانہ کے ایک بزرگ شاہ بھیکنؒ کو ازراہ احترام سجادگی عطا کر دی۔ اُس وقت سے ابھی تک سلسلہ فردوسیہ میں سلسلہ سجادگی مخدوم الملک کے خاندان ہی میں قائم ہے۔ حالانکہ بلخی حضرات نے سلسلہ فردوسیہ کی ایک شاخ ”بلخیہ“ متوازی طور پر بھی قائم کی ہے۔

حضرت حافظ درویش بلخیؒ کے بعد تقریباً آٹھ پشتوں تک اصحاب بلخ کا علم و ادب سے سنجیدہ اور معیاری طور پر وابستگی کا سراغ نہیں ملتا۔ نویں پشت میں ڈاکٹر غیاث الدین بلخی اور اُن کے چار صاحبزادگان یعنی حضرت حفیظ الدین بلخی، سید عزیز الدین بلخی اور سید نظام الدین بلخی اور سب سے چھوٹے صاحب زادہ حضرت فصیح الدین بلخیؒ سے یہاں دوبارہ تصنیف و تالیف اور شعر و سخن کے علاوہ دیگر تخلیقات کا آغاز ہوتا ہے۔

نادم بلخی کا اصل نام سید محمد ابراہیم ہے۔ تخلص نادم ہے اور بلخی خاندان کے چشم و چراغ ہونے اور اپنے خاندان سے جذباتی وابستگی کی بنیاد پر بلخی لکھنا پسند کرتے تھے۔ وہ حضرت فصیح الدین بلخیؒ (متوفی ۱۹۶۲ء) بن ڈاکٹر غیاث الدین بلخی (متوفی ۱۹۰۰ء) بن سید محمد واجد بلخی، مُصنّف کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں۔

نادم بلخی کے والد حضرت فصیح الدین بلخیؒ بذات خود کبھی معیاری تصانیف کے مصنف ہیں اور اردو دال طباقوں کے درمیان ایک نامور محقق، ممتاز تاریخ نگار، تذکرہ نگار، دیدہ و نقد اور مستند ادیب و مصنف کی حیثیت سے اپنی ایک باوقار شناخت رکھتے ہیں۔ موصوف کی تصانیف میں تاریخ شعرائے بہار، تاریخ مگدھ، تذکرہ نوان ہند اور انگریزی میں لکھی گئی کتاب ”وہابی مؤومنٹ“ کے علاوہ کبھی معیاری تحقیقی کام مکمل ہوا۔ اُن کی انسانی کلو پیڈیا آف اسلام نے عالمی سطح پر کافی پذیرائی حاصل کی۔ ڈاکٹر مظفر بلخی (نادم بلخی کے بڑے صاحبزادہ) نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ تحریر کردہ اپنی پی ایچ ڈی کی تھیسس میں فصیح الدین بلخی کی حیات و خدمات کو محفوظ کر دیا ہے۔ فصیح الدین بلخی اپنے چار بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ سب سے بڑے بھائی حفیظ الدین بلخی تھے۔ آپ کو شعر و سخن سے بڑی دلچسپی تھی۔ انہوں نے ۱۸۹۷ء میں ایک گلدستہ ”تحفہ بہار“ کا آغاز کیا تھا۔ آپ کی وفات ۱۹۰۰ء میں برما میں ہوئی اور تدفین بھی وہیں ہوئی۔ چند متفرقات ملاحظہ ہوں :

جن کو ہے آداب مجلس کا لحاظ ❁ خاک اڑتی ہے انہی کے بام سے

مرا کارنامہ زندگی مری حسرتوں کے سوا نہیں ❁ یہ کیا نہیں، وہ ہوا نہیں، یہ ملا نہیں، وہ رہا نہیں

کچھ نہ تھا، سب کچھ ہوا، پھر کچھ نہیں ❁ رنگ ہے آغاز کا خرابام میں

دوسرے بھائی عزیز الدین بلخی (متوفی ۱۹۳۵ء) تھے جنہوں نے ہوائی جہاز کی ایجاد سے متعلق ایک کتاب ”انسان کی پرواز اور انسان کی زندگی“ اور اس کے عقاید سے متعلق ایک ضخیم کتاب ”دین دنیا“ بھی لکھی۔ آپ کو بھی شعر و سخن سے گہرا تعلق تھا اور ازل تخلص تھا۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں اشعار موجود ہیں۔ اُن کا ایک شعر دیکھیے جو آج بھی زبان زد ہے :

اے قیس، راہ عشق کی تکمیل ہم نے کی ❀ جادہ پر رکھ گیا تھا فقط داغ بیل تو تیرے بھائی نظام الدین بلخی (متوفی ۱۹۶۶ء) تھے جو داغ دہلوی کے شاگرد تھے اور داغ کی زمین سے بہت متاثر تھے۔ نظام الدین بلخی ایک کہنہ مشق اور زود گو شاعر تھے اور اپنے زمانہ میں بہترین معیاری غزلیں کہنے اور والہانہ انداز سے اشعار پڑھنے کی وجہ سے محفل مشاعرہ کی جان تسلیم کئے جاتے تھے۔ نظام الدین بلخی کی ایک غزل کے چند اشعار دیکھیے :

پہن لیا تھا کسی وقت جامہ ہستی ❀ اجل کھڑی ہے اسی جامہ کہن کے لئے
نمود صبح پر کیا حال شمع کا ہوگا ❀ تمام رات جو روئے گی انجمن کے لئے
ان کی ایک اور غزل کے چند اشعار دیکھیے :

مکان کی قید نہیں لامکان کی شرط نہیں ❀ وہی بہشت ہے اپنی جہاں پر تو نکلے
کبھی کسی کو تمہارا سراغ کچھ نہ ملا ❀ تمہارے چاہنے والے جو چارونکلے
چلا ہے شوق شہادت میں آج پھر بلخی ❀ الہی کو چہ قاتل سے سرخسرو نکلے

مشمولات بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ نادم بلخی کا خانوادہ تعلیم و تربیت کے لحاظ سے اعلیٰ و ارفع ہے اور صدیوں سے اس خانوادہ کو علم و ادب کے حوالہ سے اسلاف صالحین کی پشت پناہی حاصل رہی ہے۔ نادم بلخی نے بھی اپنی اس انمول خاندانی وراثت کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اس میں چار چاند لگا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ نادم بلخی دنیا کے اردو ادب کا وہ قابل احترام ادیب و شاعر ہے جو آج اپنی خدمات کے عوض بالخصوص شاعری کے حوالہ سے محتاج تعارف نہیں ہے۔

نادم بلخی کا آبائی وطن پٹنہ سیٹی یعنی عظیم آباد ہے۔ ان کی پیدائش ۳۰ ستمبر ۱۹۲۸ء کو پٹنہ سیٹی میں ہوئی۔ انہوں نے محمدن اینگلو عربک ہائی اسکول پٹنہ سیٹی، ریلوے ہائی اسکول چکر دہر پور، مغربی سنگھ بھوم (ابھی جھارکھنڈ) اور پٹنہ سیٹی ہائی اسکول سے اسکول کی تعلیم مکمل کی پھر بی این کالج اور بعد میں پٹنہ کالج سے بی اے کیا اور پٹنہ یونیورسٹی سے ایم اے کرنے کے بعد ۱۹۵۵ء کے اوائل میں ٹاٹا کالج چانابسا (ابھی جھارکھنڈ) میں اردو کے لکچرر ہوئے۔ اس کے بعد ستمبر ۱۹۵۵ء تک جی ایل اے کالج ڈالٹین گج، پلاموں (ابھی جھارکھنڈ) میں شعبہ اردو سے باوقار طریقہ سے وابستہ رہے۔ اس طرح سر زمین عظیم آباد سے نصف صدی قبل ایک پسماندہ شہر ڈالٹین گج (جھارکھنڈ) آئے اور یہیں سکونت اختیار کی۔ حالانکہ ان کو اپنا وطن عظیم آباد بہت عزیز تھا۔ فرماتے ہیں :

قطر و فاقہم دیکھ کے بیشک لوٹ آئے اُس کی گلیوں سے ❀ آج بھی لیکن صدقہ اپنی جان سے شہر بیدل پر

خوشا نادم بہت ہیں بن پلامو کے مگر ❀ وادی گنگا کے منظر یاد آتے ہی رہے

راقم الحروف کی پوسٹنگ ضلع ڈالٹین گج، پلاموں میں ۱۹۹۰ء میں، بھارت سرکار میں بطور فیلڈ پی سی آفیسر کے طور پر

ہوئی۔ نادم بلخی اُن دنوں جی ایل اے کالج، ڈالٹین گنج، پلاموں میں شعبہ اُردو کے ہیڈ تھے۔ اُن سے ہماری پہلی ملاقات اُسی گنڈ محلہ میں ہوئی جہاں وہ رہتے تھے۔ پہلی ہی ملاقات نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اپنی ڈالٹین گنج پوسنگ کے دوران نادم بلخی سے اُن کی حیات و خدمات بالخصوص اُن کی شاعری کے ساتھ ساتھ دیگر ادبی موضوعات پر نہایت پُر مغز اور معنی خیز گفتگو ہوا کرتی تھی۔ جب بھی اُن سے گفتگو ہوتی وہ حالات حاضرہ سے گفتگو کا آغاز کرتے اور ادب کے کسی موضوع تک جا پہنچتے۔ میں بھی صوفی مزاج کا ٹھہرا۔ لہذا دوران گفتگو، دلچسپی کے رنگارنگ پہلوؤں میں روز افزوں اضافہ ہوتا جاتا۔ نہایت بنجیدگی کے ساتھ بڑی دلچسپ ہنسنیں اور صاف ستھری بحث کرتے۔ جو بات کرتے، دل سے کرتے اور دل میں سما جانے والی کرتے۔ بات کرتے کرتے زور بیان بڑھ جاتا۔ کبھی کبھی تو جذبات دل کا یہ عالم ہو جاتا کہ دوران گفتگو آواز میں کچکی آجاتی اور ہاتھوں میں رعشہ آجاتا۔ اُس وقت مجھ پر مکمل خموشی طاری ہو جاتی۔ ۱۹۹۰ء میں وہ ملازمت سے سبکدوش ہوئے اور ۱۹۹۲ء میں ہمارا تبادلہ رانچی ہو گیا۔ زندگی کی بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے رابطہ تو تھا مگر وہ پیش باقی نہ تھی۔ ڈالٹین گنج جاتا تو ضرور حاضری دیتا۔ پھر ایک دن، اللہ اکبر! ۱۸ ستمبر ۲۰۰۶ کو یہ دل سوز خبر ملی کہ نادم بلخی کا انتقال ہو گیا۔ صاحبزادگان جناب مظفر بلخی، جناب حیدر بلخی، جناب مصطفیٰ بلخی اور دختر نیک اختر آمنہ بلخی حیات ہیں۔

نادم بلخی کی شخصیت ایک کثیر الجہت ادیب کی ہے۔ شعر و ادب میں اُن کی خدمات لازوال ہیں۔ وہ بیک وقت ایک زحمان ساز شاعر کے ساتھ ساتھ ایک اچھے نثر نگار، معتبر محقق، قابل احترام نقاد اور فکر انگیز مبصر بھی ہیں۔ اُردو ادب کا شاید ہی کوئی گوشہ باقی ہو جس پر آپ کی بصیرت و بصارت کا تصرف نہ قائم ہوا ہو۔ نادم بلخی ایک نہایت ہی ہمدرد، مخلص، اخلاق مند، متقی اور پرہیز گار انسان بھی تھے۔ وہ ایک عہد ساز شاعر تھے جنہیں شاعری کی تقریباً تمام اصناف سخن جیسے غزل، نظم، قطعہ اور رباعی، مثنوی، مرثیہ، ہائیکو، قصیدہ، ہجو، اور دوہے وغیرہ پر کامل دستگاہ حاصل تھی۔ محاوروں، تراکیب اور لفظیات کے موزوں استعمال کے ساتھ ساتھ الفاظ کی دروست پر بھی کامل دسترس تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ اچھی بحر میں شعر اکثر و بیشتر خود ہی ترنم آمیز ہو جاتا ہے۔ غرض نادم بلخی نے فن شاعری میں کلاسیکی شاعری اور عصر جدید کی شاعری بالخصوص ترقی پسند ادب کے بطن سے نکلنے والی شاعری پر ژرف نگاہی سے مطالعہ کیا اور اس کے بعد ہی انہیں فن شاعری میں اس درجہ کا کمال حاصل ہوا تھا۔ اُن کے متعدد شعری مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں جیسے ترلوک (ہائیکو) جیون درشن (دوہے)، ٹیٹھی ٹیٹھی بولیاں (دوہے)، شہدوں کی آواز (دوہے)، بوجھ سسکھی یا پوچھ (کہہ مکر نیوں کا مجموعہ) نقطوں کا حصار (رباعیاں)، دو پہر کا دائرہ (غزل)، دھوپ میں صحرا نوردی (غزل) اور باطنی ارتعاش (غزل) آغاز سحر، ذوق سفر، تحفے، چودہ طبق (سانیت)، ضیائے عرفان (نعتوں کا مجموعہ)، کشف تغزل، آزاد لہریں (آزاد غزلیں) اور بچو! آؤ پہیلی بوجھیں (منظوم پہیلیاں) وغیرہ۔ ان شعری مجموعہ کلام کے توسط سے نادم بلخی کی معجز بیانی نے اہل ادب کو نہایت ہی اثر انگیز کیفیت سے مکلف کیا ہے۔ یہ تمام مجموعہ کلام بطور شاعرانہ کی بہترین تخلیقی

صلاحیتوں کا مظہر ہیں۔ وہ صرف ونحو اور علم العروض کے بھی ماہر تھے۔ اردو داں طبقہ کے درمیان ان کی کتاب تفہیم العروض ایک مستند کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ نادم بلخی ایک اچھے نثر نگار بھی تھے۔ ان کی تصنیف شعاع نقد دراصل بارہ تحقیقی اور تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔

نادم بلخی میں شعر و شاعری کا ذوق اسکول کی تعلیم کے دوران ہی پیدا ہو چکا تھا جس کے لیے وہ اپنے استاد ظہیر الحق صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ خود فرماتے ہیں :

”وہ اسکول میگزین کے مدیر اعلیٰ تھے، انہوں نے مجھے ایک دن ڈانٹ کر یہ کہا کہ اسکول کی میگزین شائع ہونے والی ہے اس کے لئے کچھ شعر کہہ کر دے دو۔ اہل علم خاندان سے تعلق رکھنے والوں سے کچھ نہیں سیکھو گے تو بڑے ہو کر اپنے خاندان کا نام کس طرح روشن کرو گے؟ ان کی تحریک کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں ایک حمد کہہ کر رسالے کے لئے ان کے پاس لے گیا، انہوں نے بگڑتے ہوئے یہ کہا کہ میرے پاس کیوں لاتے ہو اپنے والد کے پاس لے جاؤ۔ میں نے کہا وہ ناراض ہوں گے انہوں نے جواب دیا کہ میرا نام لے کر دینا، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ والد مرحوم اس نظم کو دیکھ کر مسکرائے اور کہا کہ تم میں شعر کہنے کی صلاحیت ضرور ہے لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔ درستی کتابوں پر زیادہ دھیان دو۔ خیر میں اس کی اصلاح کر دیتا ہوں، اسکول میگزین میں اس کے بعد چھپنے کے لئے دیدو۔ اس حمد کے حسب ذیل اشعار ہنوز یاد ہیں :

اے خدائے دو جہاں تو خلق کا معبود ہے ﴿﴾ میں ترا بندہ ہوں تو میرا معبود ہے
مانگتا ہوں تجھ سے مولیٰ ہاتھ پھیلائے ہوئے ﴿﴾ مل رہے گا مجھ کو گریز تیری رضا معبود ہے“

اس طرح نادم بلخی کی شعر و شاعری کا سفر ”حمد“ سے شروع ہوا۔ پھر دوسرے سال اسی اسکول کے میگزین میں ایک ’نعت‘ شائع ہوئی۔ نادم بلخی میں باضابطہ شعر گوئی کا شوق کالج کی تعلیم کے دوران پیدا ہوا۔ وہ بہت جلد ان مشاعروں میں شریک ہونے لگے جن میں کاظم حسین زار، پرویز شاہدی، عزیز عظیم آبادی اور فضل حق وغیرہ مشاعرہ پڑھا کرتے تھے۔ نادم بلخی کا زمانہ ترقی پسند تحریک کے شباب کا زمانہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے ترقی پسند شعرائے کرام اور دیگر ترقی پسند مصنفین جیسے سجاد ظہیر، بیدی، فیض، مجاز، جرنی اور جاں نثار اختر وغیرہ کی تخلیقات کا مطالعہ کیا۔ انہی دنوں آپ کو سہیل عظیم آبادی کی سرپرستی حاصل ہوئی۔ نادم بلخی نے ڈاکٹر صدر الدین فضا شمس اور علامہ جمیل مظہری سے بھی اصلاح لی۔ نادم بلخی کا پہلا مجموعہ کلام ”آغاز سحر“ ۱۹۶۱ء میں منظر عام پر آیا۔ نادم نے اس شعری مجموعہ کا تعارف نہایت ہی خوبصورت انداز میں کرایا ہے۔ کہتے ہیں :

مئے زندگی کا سرور ہوں میں خدائے حن و شعور ہوں

کہ اسی کی گرمی سوز سے میری شاعری میں گداز ہے

ان کی غزلوں میں صوفیانہ مزاج کی عکاسی مکمل طور پر ملتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ان کی غزلوں میں عصر جدید کے تقاضوں اور عصر جدید سے وابستہ حالات و واقعات بالخصوص وقت اور اس سے وابستہ رموز و نکات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نادمِ بلخی عصری حدیث کے شاعر کہے جاتے ہیں۔ اس سچے شاعر کی فکری ارتعاش سے لبریز چند اشعار دیکھیے :

سورج کی روشنی کا رکھے گا بھرم وہی * جس نے اندھیری شب کو نجوم و قسردیا

انہی گلوں نے رکھا ہے بھرم بہاروں کا * شگفتگی کا خزاں میں جنہیں چسپن آیا

اُسی کے دم سے تمازت سخن کی ہے باقی * درون برج محاسن جو مہسرفن آیا

یہ بھی اک احسان ہم پر ہے اُسی احساس کا * جو ہمارے ہی لہو میں ڈوب کر تازہ رہا

زخم کہنہ بھر چکا ہے مرہم لسیل و نہار * داغ بن کر درد کا لسیکن اثر تازہ رہا

نادم کی شاعری کا فن یہ ہے کہ اس فنکار کی شاعری میں شعبہ بازی بالکل نظر نہیں آتی۔ زمانے کے نشیب و فراز اور حق

گوئی کو منعکس کرتی یہ شاعری وسیع الذہن، خیالات کی کشادگی، اعتدال پسندی اور انسانی رشتوں کی حقیقتوں کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ چند اشعار دیکھیے :

دو اصولوں کے تصادم کا یہی انجام تھا * جا بجا دیوانہ پن مصروف قتل عام تھا

جس کے مرض سے شہر میں برپا ہوا قتل عام * جینے کی اُس مریض کو ہرگز دمانہ دے

نادمِ بلخی نے شاعری کی دیگر تمام اصناف سخن جیسے نظم، رباعی، دوہے، قطعات، ہائیکو اور مرثیہ وغیرہ میں بھی بہت

خوب خوب طبع آزمائی کی ہے۔ نادم نے زخم ہجر، مرگ پدر، مسئلہ محبت کا، رسائی، جو ہر تیغ، شب و دیو کی چادر اور مرگ عالم جیسی نہایت خوبصورت اور شاہکار نظمیں لکھیں۔ اُن کی نظم مرگ پدر کا ایک بند دیکھئے :

فراق دایمی میں عمر بھر تو رو نہیں سکتا * مگر داغ الم دمان دل سے دھو نہیں سکتا

فریب صبر دوں خود کو تو یہ بھی ہو نہیں سکتا * کہ دل بیدار ہی رہتا ہے ظالم سو نہیں سکتا

نادم کی ایک خوبصورت رباعی دیکھیے :

پہلو میں اگر دل ہے تو دلدار ہی بن * ارباب محبت کا پدر ستار ہی بن

دنیا جو سمجھتی ہے ثوابوں کو گناہ * اے دوست خدا را تو گنہگار ہی بن

ایک اور خوبصورت رباعی ملاحظہ ہو :

قطرات سے آنسو کے ہنسی کر پیدا * آلام کے پہلو سے خوشی کر پیدا

مرتاہے اگر زیت جینے کے لئے * آہوں سے بھی تو زندہ دلی کر پیدا

نادم کے چند دوہے ملاحظہ ہوں :

ندیال تین ہیں جن کا سنگم ایک ہے میرے بھائی * آنکھیں ہیں تو ناپ کے دیکھو کتنی ہے گہسرائی

ایشور ہی کے بس میں یہ ہے باور کر لو پیارے * جس کو چاہے رکھے زندہ، جس کو چاہے مارے
 پانی جب بھی ڈھونگ رچا کر بچ کی گردن ناپے * مالالیکر ہاتھ میں وہ ایشور کا نام الپے
 نادم کے سانیٹ، کنگن کا مخصوص لب و لہجہ دیکھیے :
 تری تصویر ہوتی پاس یہ تھی آرزو میری * میں اس کو دیکھ لیتا دل ہی دل میں گنگنا لیتا
 مٹھاس اپنے ہر ایک درد نہاں سے میں چر لیتا * کہ اس کی بے زبانی میں بھی ہوتی گفتگو میری
 اسی سانیٹ کا آخری دو مصرع دیکھیں :

کچھ ساتھ غم عاشق دل گیسر رکھا کر
 کنگن کے عوض ہاتھ میں شمشیر رکھا کر

نادم کی چند ہائیکوز دیکھئے :

جانے پہچانے
 بن جاتے ہیں دانستہ
 اکثر انجانے
 جاہل معمار
 بالکل سیدھی بنیاد
 ٹیڑھی دیوار
 اگنی اندر ہے
 گرمی آنسو بن بن کر
 پھیلی باہر ہے

نادم کی ایک منظوم پہیلی دیکھیے :

ایک معمہ تین حروف * سو جھ پرتیری سب موقوف
 پہلا سات اور دویم آٹھ * آخر میں ہے الف کی لاٹھ
 کون ہے وہ، کیا بوجھا کچھ * بولو بچو! سو جھا کچھ
 (یعنی خدا)

نادم کی شاعری سے یہ بھی بخوبی اندازہ لگتا ہے کہ وہ عشق رسول میں دیوانہ ایک نعت گو، حب اہل بیت اور کربلا نیت

سے لبریز مرثیہ نگار بھی ہیں۔ غرض نادم بلخی نے اپنی شاعری کو جس طرح صفحہ قرطاس پر اتارا ہے اور جس طرح اپنے جذبات کی منظوم ترجمانی کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ایک صوفی مزاج شاعر ہیں اور اپنے نظریہ شاعری میں حق پرست ہیں۔ زندگی کے نشیب و فراز اور تجربات و مشاہدات کے گونا گوں مضامین کو اپنے منفرد لب و لہجہ میں باندھنے کا فن بخوبی جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں کلاسیکی اقدار اور ترقی پسند افکار کا سنگم نظر آتا ہے۔ اور ان کی شاعری، قدیم اور روایتی انداز بیان لئے ہوئے جدید حسیات کو بھی مخصوص لب و لہجہ میں پیش کرنے میں کامیاب ہے۔ چنانچہ ان کی شاعری قدیم و جدید شاعری کا بھی ایک حسین امتزاج ہے۔ نادم بلخی ایک کثیر الجہت فنکار ہیں۔ وہ ایک معتبر شاعر کے ساتھ ساتھ ایک مستند نثر نگار بھی تھے۔ ”شعاع نقد“ جسے مقالات نادم کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، اس میں بارہ تحقیقی اور تنقیدی مضامین ہیں۔ یہ تمام مقالے نہایت ہی معلوماتی اور معیاری ہیں۔ ان تمام تحقیقی صلاحیتوں کے علاوہ نادم بلخی ایک صحافی، ایک سوانح نگار، ایک قابل قدر محقق اور ایک قابل اعتماد نقاد بھی تھے۔ پروفیسر نادم بلخی ایک اچھے استاد بھی تھے جنہوں نے پوری زندگی درس و تدریس میں ایمان داری کی کئی مثالیں قائم کیں۔ نادم بلخی کی شخصیت اور ان کے فن پر ایک معیاری تحقیقی و تنقیدی مطالعہ (پی ایچ ڈی) کی سخت ضرورت ہے۔ پروفیسر طلحہ رضوی برق نے نادم بلخی کی شان میں کیا خوب رِباعی کبی ہے، آپ بھی ملاحظہ کیجیے :

ہر بحر میں موج زن ہیں نادم بلخی ❁ استاد فن سخن ہیں نادم بلخی
کیسی ہی زمیں سخت ہو، شیریں ہے کلام ❁ فرہاد ہیں کوہکن ہیں نادم بلخی

حواشی :

- (۱) بہار کے فارسی گو صوفی شعراء، مصنف: ڈاکٹر سید شاہ امام الدین فردوسی۔
- (۲) ذکر نادم، مولف: ڈاکٹر سید حسن عباس۔
- (۳) نعمات الانس فی مجالس القدس، مصنف: مولانا لال احمد قادری بھلواروی۔
- (۴) ذوق سفر: نادم بلخی۔
- (۵) شعاع نقد: نادم بلخی۔
- (۶) جیون و رٹن: نادم بلخی۔
- (۷) نقطوں کا حصار: نادم بلخی۔
- (۸) ضیائے عرفان: نادم بلخی۔
- (۹) میٹھی میٹھی بولیاں: نادم بلخی۔
- (۱۰) سد ماہی الجیب، بھلواروی شریف، ستمبر ۲۰۱۰ء۔

ہر کمالی راز والیست

• ناوک حمزہ پوری — ”دارالادب“ حمزہ پور، ڈاک خانہ شیرگھاٹی، ضلع گمیا

وطن اس خاکسار کا شیرگھاٹی ہے، لیکن شیرگھاٹی کے نام سے کوئی محلہ معروف نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے۔ شیرگھاٹی بھی کئی محلوں، ٹولوں سے مل کر بنا ہے، اور کئی ذات اور قبیلے نیز مذاہب کے ماننے والوں کے محلوں کا مجموعہ شیرگھاٹی کہلاتا ہے۔

شیرگھاٹی کے مشہور محلوں میں چند معروف محلوں کے نام ہیں، قاضی محلہ، گڑھ پور، لودی شہید، گولا، رمنا، باجھن ٹولہ، شمالی محلہ، نیابازار اور حمزہ پور وغیرہ، ہر محلہ ملی جلی آبادی پر مشتمل ہے اور بیشتر ہندوؤں اور مسلمانوں کی ملی جلی آبادی ایک زمانے سے مل جل کر رہتی ہے۔

مسلمانوں کی آبادی پر مشتمل سب سے زیادہ باثروت محلہ ایک زمانے تک قاضی محلہ تھا۔ بڑے بااثر لوگ، دولت والے لوگ، علم والے لوگ، سیاسی اثر والے لوگ تھے۔ شمالی محلے کا بھی کسی حد تک یہی رنگ تھا، لیکن یہ لوگ قاضی محلہ والوں کے ہمسر نہ تھے، حمزہ پور دولت مندی کے معاملے میں ان دونوں سے گیارہ گزرا تھا، لیکن عربی، فارسی اور اردو کے علم سے بہرہ ور مولویوں کی بستی حمزہ پور ہی تھی۔

تاریخی شواہد کے مطابق حمزہ پور میں حضرت قمر علی سلطانؒ کے مزار شریف کی دیکھ بھال کے لیے شہنشاہ اورنگ زیب نے ایک معروف بزرگ حضرت شاہ عربؒ نامی کو بھیجا تھا، شمالی محلے میں ایک برگد کے درخت کے سایے میں اُن کا مزار آج بھی مرجع غلامین ہے۔ نیز شمالی محلے اور حمزہ پور میں سادات کی جو آبادی ہے، وہ انہی حضرت شاہ عربؒ کی اولاد در اولاد پر مشتمل ہے، علمی و ادبی لحاظ سے بھی اگر دیکھا جائے بالخصوص عربی و فارسی نیز اردو کے زاویے سے اگر دیکھا جائے تو ان تمام مسلمان آبادیوں کا استاد حمزہ پور رہا ہے، دولت و ثروت اور علوم جدیدہ کے لحاظ سے، البتہ نہ صرف قاضی محلہ بلکہ شمالی محلہ بھی حمزہ پور سے آگے نکل گیا تھا، بلکہ سچ یہ ہے کہ علوم جدیدہ کا جہاں تک تعلق ہے اور تھا، ان میں یہ دونوں محلے حمزہ پور سے آگے نکل گئے تھے، لیکن جہاں تک سینہ بہ سینہ چلنے والے علوم کا تعلق ہے، حمزہ پور کا پڑا بھاری رہا ہے۔

ایک بار ذکر چھڑ گیا کہ علم و فضل کے لحاظ سے کون سا محلہ سب سے آگے رہا ہے، لوگ بڑھ چڑھ کے باتیں کر رہے تھے اور قاضی محلے کو سرفہرست بتا رہے تھے، میری عادت زیادہ تر چپ رہنے کی ہے، سوچ پ تھا۔ ایک صاحب نے چھیر بڑی دیا کہ آپ کیا کہتے ہیں حضرت؟

میں نے کہا کہ مجھ سے پوچھتے ہو؟ اپنے بزرگوں کی تصانیف کو دیکھو پڑھو۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ شیر گھاٹی کے اولین صاحب تصنیف بزرگوں میں سے ایک نے اپنی تصنیف ”تفصیل آثار“ میں لکھا ہے کہ سادات شیر گھاٹی قاضی محلہ اور شمالی محلہ حمزہ پوریوں کے شاگرد ہیں، نیز یہ بھی کہ شیر گھاٹی میں اولین مدرسہ قائم ہوا، اس کے استاد مولوی سید احسان علی حمزہ پوری تھے۔ اس جواب سے حاضرین پر سنانا چھا گیا۔

ایک دوسرے موقع پر شیر گھاٹی کے معروف دینی بزرگوں کے مراتب عالیہ کا ذکر چھڑ گیا، شیر گھاٹی جہاں اور بہت سی باتوں کے لیے مشہور ہے، وہیں یہاں بزرگوں کے مزارات کی بھی بہت کثرت ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ ان بزرگوں میں دو بزرگوں کی بڑی شہرت ہے۔ ایک حمزہ پور میں حضرت قمر علی سلطانؒ کا مزار ہے، دوسرا مزار حضرت مولانا عبدالرحمنؒ کا ہے۔ لودی شہید میں آپ کا مزار ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ بڑے پائے کے بزرگ ہیں۔ اکثر و بیشتر انہیں دونوں مزاروں پر دن رات زائرین کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ ایک مجلس میں ذکر نکل گیا کہ ان دونوں بزرگوں میں سے یعنی حضرت قمر علیؒ اور حضرت عبدالرحمنؒ میں سے درجس کا بڑا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں مزارات پر لوگوں کا جس طرح تانتا بندھا رہتا ہے اور بالخصوص آج کل کی روش کے مطابق ہر سال پابندی سے حضرت مولانا عبدالرحمنؒ کا عرس منایا جاتا ہے، اور دھوم دھڑکے ہوتے ہیں، ان کی روشنی میں کچھ کہنا بڑا مشکل ہے، لیکن ایک بار پھر جب لوگ خود کچھ فیصلہ نہ کر سکے تو اس خاکسار سے فیصلہ کرانے آئے، میں نے سنا تو سناٹے میں آگیا۔ کیا کہتا، سچائی تو یہی تھی، اور ہے کہ ابھی تک مزار شریف حضرت قمر علی سلطانؒ پر تو آج تک عرس و رس نہیں ہوتا۔ لیکن رگ ظرافت پھر پھر کی۔

دریافت کیا کہ تم لوگ حضرت قمر علی سلطانؒ کو جانتے ہو؟ جواب ملا کہ جانتے کیوں نہیں ہیں، حمزہ پور میں جو مزار ہے وہ انہی کا تو ہے، تو پھر یہ بھی جانتے ہو گے حضرت قمر علی سلطانؒ کے مزار کے جو اولین خادم تھے، اُن کا نام شاہ عربؒ تھا۔ اور پھر یہ بھی معلوم ہو گا کہ اُن کا مزار شمالی محلہ کی قبرستان میں ہے، سب لوگوں نے ہامی بھر لی تو میں نے کہا: جاؤ اور جا کے مولانا عبدالرحمن صاحبؒ کی حیات کا مطالعہ کرو۔ اُس میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ مولاناؒ اکثر حضرت شاہ عربؒ کے مزار پر آکر مراقب ہوتے تھے، تو ظاہر ہے کہ حضرت مولاناؒ کو جو فیوض پہنچے، اس میں حضرت شاہ عربؒ کا فیض بھی شامل تھا۔ اور شاہ عربؒ کون تھے؟ تاریخ شاہد ہے کہ وہ حضرت قمر علی سلطانؒ کے مزار کے مجاور تھے۔

تو ظاہر ہے کہ جس شخص نے حضرت قمر علی سلطانؒ کے مجاور سے روحانی فیض حاصل کیا، اس کا مقابلہ حضرت قمر علی سلطانؒ

سے کیوں کر کیا جائے۔ جاؤ پھر ایک بار اپنے بزرگوں کی تصنیف تفصیل آثار پڑھو۔ یا پھر یہ و فی سر قریبہ حسین کا پی ایچ ڈی کا مقالہ پڑھو۔ چنانچہ اس جواب سے چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔ تو یہ ہے حمزہ پور کی دینی، مذہبی اور علی و ادبی حیثیت کی ایک جھلک، لیکن اتفاق کی بات ہے کہ اس بستی کا اب حال یہ ہے کہ شرم آتی ہے۔

ان دنوں یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ میرے وطن (حمزہ پور) ہی میں بحث چھڑی ہوئی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو افی اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، اس بحث میں ان پڑھوں جو انوں کے ساتھ بعض دوسرے تعلیم یافتہ اور جاہل نوجوان تو شامل تھے ہی، سنا ہے کہ بعض وہ حضرات بھی اُلجھے ہوئے تھے جو بحیثیت مولوی اور مولانا بھی جانے جاتے ہیں، اس صورت حال سے افسوس ہوا۔ حمزہ پور کی قدیم بستی سراسر مولویوں اور عالموں کی بستی تھی، اب علم دین تو کم ہوا ہے، لیکن ماشاء اللہ مولویوں مولاناؤں کی کمی نہیں۔

کئی سال پہلے عجیب اتفاق کی بات ہے کہ یہی سوال مجھ سے جھا کھنڈ کے ایک طالب علم نے کیا تھا اور میں نے جو جواب اُسے دیا تھا وہ میری تصنیف ”پرسش و پاسخ“ (مطبوعہ: ۲۰۰۴ء) میں شائع شدہ ہے۔ وہی تحریریں یہاں نقل کرتا ہوں، آپ جو کچھ جانتے ہیں یعنی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، یوں انہیں امی کہا جاتا تھا، لیکن یہ آدھا ادھورا سچ بھی نہیں ہے۔ تفصیل یہ ہے :

بہار کی خوش بختی ہے کہ یہاں بہترین علمائے دین بھی ہوتے رہے ہیں، انہی میں سے ایک فاضل اجل حضرت مولانا تمنا عمادی پھلوارویؒ بھی تھے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مکہ مکرمہ بنی اسماعیل کا وطن تھا اور بنو اسماعیل اپنے آپ کو فخر سے امی کہتے تھے، امی یعنی ام القریٰ (مکہ) کا رہنے والا، پڑھا لکھا ہونے یا نہ ہونے سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے فرزند حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام اسرائیل بھی تھا۔ لہذا ان کی اولاد خود کو اسرائیل بھی کہتی تھی۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل میں تو پے درپے کئی نبی ہوتے گئے، لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں اب تک کوئی نبی نہیں ہوا۔ بنو اسرائیل اس وجہ سے بھی فخر محسوس کرتے تھے، اور بنو اسماعیل کو طغرائی کہتے تھے۔

بالآخر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں تمام انبیاء کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ لہذا یہ بات درست تر معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی اسماعیل اور ام القریٰ دونوں سے نسبت رکھنے کی وجہ سے ”امی“ کہا گیا۔

سورۃ جمعہ کی ابتدائی آیت: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ الْخ (وہی ہے جس نے امیوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا)۔

غور کیجئے کہ یہاں ”اُمّیّین“ جمع کا صیغہ آیا ہے، اور پوری قوم کے لیے آیا ہے۔ ظاہر ہوا کہ بنو اسماعیل کو مکہ (ام القری) سے نسبت ہی سے اُمّیّ، اُمّیّون اور اُمّیّین کہتے تھے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ پوری قوم اُن پڑھ نہیں تھی۔ اس لیے یہ توجیہ زیادہ دل پذیر ہے، اور حقیقت سے قریب بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو اسماعیل کی نسبت اور اہل مکہ (ام القری) ہونے کے سبب امی کہا گیا۔ اس واقعے سے حمزہ پور کے علمی زوال پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی موجودہ چند اہم مطبوعات درج ذیل ہیں :

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف / مترجم	قیمت
01	سوانح حضرت محمدی الملت والہ دین	حضرت مولانا سید شاہ عون احمد قادریؒ	100/-
02	سوانح حضرت امان المصغیرین	حضرت مولانا سید شاہ بلال احمد قادری	100/-
03	صحیفہ امان	ڈاکٹر سید شاہ فتح اللہ قادری	50/-
04	آداب و فضائل درود و سلام ملحقہ روح کائنات	حضرت مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندویؒ	90/-
05	اسلام میں بدعت کا مفہوم	حضرت مولانا شاہ محمد عبداللہ بن قادریؒ	20/-
06	عرس اور اس کی معنویت و حقیقت	حضرت مولانا محمد شفیع اللہ سہرانیؒ	15/-
07	سفر نامہ حیات (خودنوشت سوانح)	حضرت مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندویؒ	150/-
08	بتان الاکرام اُردو ترجمہ تذکرہ اکرام	حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحیات قادریؒ	300/-
09	رسالہ نماز برائے اطفال	جناب حضور حضرت مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ	50/-
10	حضرت مریم علیہا السلام	مولانا سید لطفت اللہ قادری	60/-
11	احوال مولائے کائنات	حضرت فیاض المسلمین قدس سرہ / تحشیہ و تخریج: جناب حضور مدظلہ	140/-
12	سیرت پیر مجیب (جدید ایڈیشن مع اضافہ)	حضرت مولانا سید شاہ بلال احمد قادری	400/-
13	Tajul Arfin And the Glorious ...	Prof. Syed Aziz Ahmad	120/-
14	خانوادہ سیدہ زینب بنت فاطمہ الزہرائی اللہ عنہما	حضرت مولانا سید شاہ بلال احمد قادری	200/-
15	نعمات الّاس فی مجالس القدس	حضرت مولانا سید شاہ بلال احمد قادری	350/-
16	یزید حقائق کے آئینے میں (جدید ایڈیشن مع اضافہ)	حضرت مولانا سید شاہ بلال احمد قادری	100/-
17	خانقاہ حضرت تاج العارفین	محمد سجاد حسین قادری مجیبی	100/-
18	The Magnificence of Peer Mueeb	Dr. Syed Shamim Ahmed Quadri Amani	400/-



نام کتاب : نعت گویان غیر مسلم (غیر مسلم نا عتین کا منظوم تذکرہ)

تالیف : پروفیسر عبد المنان طرزی

مبصر : ظفر حنین

زیر اہتمام : المنصور ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ، درجھنگہ

قیمت : ۳۰۰ روپے

پرنٹر پبلیشر : آئی-ای-اس بک اسٹور، پٹودی ہاؤس، دریانگج، دہلی ۱۱۰۰۰۲

ملنے کے پتے : (۱) اسلامک بک سروس بک اسٹور ۱۵۱۲/۱۵۱۱، پٹودی ہاؤس، دریانگج، دہلی ۱۱۰۰۰۲

(۲) منصور خوشتر ایڈیٹر سہ ماہی ”درجھنگہ ٹائمز“ شوکت علی ہاؤس، پرانی منصفی، درجھنگہ ۸۳۶۰۰۰

پروفیسر عبد المنان طرزی اردو ادب و شاعری کا ایک جانا پہچانا نام ہے، وہ ادیب ہیں، شاعر ہیں اور بہت مقبول

نمائندہ ہیں اردو ادب و شاعری کے۔ اور زیر نظر کتاب ”نعت گویان غیر مسلم“ بتاتی ہے کہ وہ ایک تاریخ داں بھی ہیں۔

اردو ادب کسی ایک کی جاگیر نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا چمن ہے جس کے پودوں کی ہر مذہب ذات اور نسل کے لوگوں

نے آبیاری کی ہے۔ اسی لئے اس کا نام اردو ہے جس کے معنی لشکر کے ہیں اور جس طرح مختلف رنگ و نسل کے لوگ ایک لشکر کی

تعمیر کرتے ہیں جس کا واحد مقصد اپنے ملک کی خدمت ہے، اسی طرح یہ زبان بھی انواع اقسام کے لوگوں کو ساتھ لے کر چلتی ہے

لیکن اس کا مقصد بھی ایک ہی ہے۔ ادب کی خدمت اور ادب کے ذریعہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو یکجا کرنا، آپس

میں جوڑنا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی تعلیم — کہ تمام مذاہب کی تعظیم کی جائے — اردو ادب کا ایک خاص وصف رہا ہے۔

یہ ملک ایک کثیر المذاہب ملک ہے، اکثریت ان لوگوں کی ہے جو رام چندر جی کو اپنا پیشوا اور بھگوان مانتے ہیں لیکن

مسلمان بھی ان کی عزت اور ان کا احترام کرتے ہیں جس کا ثبوت شاعر اسلام علامہ اقبال کی نظم ”رام“ ہے۔ دنیا کی کسی زبان میں

بھی شری رام کی ایسی تعریف نہیں کی گئی ہے جیسی ڈاکٹر اقبالؒ نے اپنی نظم ”رام“ کے ذریعہ کیا ہے۔ انہیں ایک عظیم انسان مانتے ہوئے امام الہند کا خطاب دیا ہے۔ اردو زبان و ادب اور اسلام کی انہیں اوصاف کا اثر ہے کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے بھی سیدنا و شفیعنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بے انتہا محبت کرتے ہیں جس کا اظہار وہ اپنے الفاظ اور اپنی شاعری سے ہمیشہ کرتے رہے ہیں۔

نعت اردو زبان و ادب کی وہ صنف ہے جو مخصوص ہے حضور اکرم ﷺ کی تعریف کے لئے۔ اس لئے اس صنف میں بھی غیر مسلم شعراء نے طبع آزمائی کی ہے اور بہت خوب کی ہے۔ بھلے ان کا دل ایمان سے خالی ہو لیکن حضور ﷺ کی محبت سے ضرور سرشار ہے۔

پروفیسر عبدالمنان طرزی صاحب نے ایسے ہی غیر مسلم نعت گو شعراء کا منظوم تذکرہ یا تعارف کرایا ہے، ساتھ ہی ان کی تاریخ پیدائش اور وفات کے ساتھ چند اشعار نمونہ کلام کے طور پر بھی پیش کئے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے ظہور کی پیش گوئیاں دنیا کے اہم اور قدیم مذاہب کی کتابوں میں موجود ہیں چاہے وہ ہندوستان کے قدیم ترین مذاہب کی کتابوں جیسے وید پراں ہو یا عیسائیت کی کتاب بائبل۔ بعض جگہوں پر حضور اکرم ﷺ کے نام محمد ﷺ کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ زیر نظر کتاب ہی سے ہم کبیر کے اس قطعہ کو نقل کر رہے ہیں جس سے حضور ﷺ کے نام کی بے انتہا عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔

کلام الہی کے مطابق زمین و آسمان کے درمیان کی ہر شے اللہ رب العزت کی تسبیح پڑھتی ہے، مندرجہ ذیل قطعہ کے مطابق ہر لفظ اور ہر اسم میں اسم شریف نبی مکرم محمد (ﷺ) شامل ہے، مطلع یوں ہے :

عدد نکالو ہر چیز کا جو گن کر لو وائے ❁ دو ملا کے چنگن کر لو، بیس سے بھاگ لگاتے
باقی بچے کو گن کر لو دو اس میں دو ملائے ❁ کہت کبیر سنو بھائی سادھو، نام محمد آئے

مثال کے طور پر :

کوئی بھی لفظ لیجئے	ابجدی قاعدے سے اس کا عدد	چارے ضرب	دو ملائیں	پانچ سے ضرب	حاصل ضرب کو بیس سے تقسیم	باقی بچے کو نو سے ضرب	دو ملائیں	نتیجہ محمد کا عدد
چائے	۱۵	۶۰	۶۲	۳۱۰	باقی : ۱۰	۹۰	۹۲	۹۲
پان	۵۳	۲۱۲	۲۱۴	۷۷۰	باقی : ۱۰	۹۰	۹۲	۹۲
رام	۲۴۱	۹۶۴	۹۶۶	۴۸۳۰	باقی : ۱۰	۹۰	۹۲	۹۲
کتاب	۴۲۳	۱۶۹۲	۱۶۹۴	۸۴۷۰	باقی : ۱۰	۹۰	۹۲	۹۲
قلم	۱۷۰	۶۸۰	۶۸۲	۳۴۱۰	باقی : ۱۰	۹۰	۹۲	۹۲

جس طرح اسلام کے ماننے والوں نے اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسرے مذاہب کے پیشوا اور رہنماؤں کا احترام کیا اور انہیں عزت کی نظر سے دیکھا اسی کا نتیجہ ہے کہ دوسرے مذاہب والوں نے بھی محسن انسانیت حضور اکرم ﷺ کا دل سے احترام کیا۔ اس کتاب میں درج غیر مسلم شعراء کی نعتیں اس کا ثبوت ہیں۔ پروفیسر طرزی صاحب نے قومی یکجہتی، باہمی میل ملاپ اور لگا جمنی تہذیب کی بقا کے لئے اس نازک وقت میں غیر مسلم شعراء کے نعتوں کی جھلک دکھا کر بہت اہم خدمت انجام دی ہے۔ خدا کرے کسی کو توفیق ہو اور وہ ان شعراء کے پورے نعتیہ کلام کو شائع کرا کر اس فریضہ کو انجام تک پہنچائے۔

مؤلف خود بھی ایک صاحب طرز شاعر ہیں جس کی جھلک نعت گو شعراء کے تعارفی اشعار میں ہر جگہ ملتی ہے۔ حصول سعادت کے لئے مؤلف نے اپنی ایک مکمل نعت شریف بھی اس میں شامل کی ہے۔ اس کے علاوہ ان کا اپنا ۱۳ صفحے کا منظوم مقدمہ بھی ہے، بہت ہی جاندار اور معلوماتی جس میں بہترے جانے پہچانے نعت گو شعراء کا تذکرہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے نعت گو مسلم شعراء کا نام نامی بھی اس میں درج کیا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ دربار رسالت میں جب مؤلف موصوف کا یہ نذرانہ عقیدت پیش کیا جائے گا تو خود مؤلف، تمام متذکرہ شعراء اور ساتھ ساتھ اس کے پڑھنے والے ثواب کے مستحق قرار پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب کے صدقے میں اسے قبول فرمائے۔ آمین

جونسخہ دار الاشاعت المصیب میں تبصرے کے لئے پہنچا ہے وہ دیکھنے میں مسودہ معلوم ہوتا ہے۔ اس میں جناب پروفیسر فاروق احمد صدیقی اور جناب مشرف عالم ذوقی صاحبان کی تقریظ کے لئے صفحات خالی چھوڑے گئے ہیں۔ اسی طرح سرورق کی دیدہ زیبی اور اشاعت کی خوبصورتی کا تذکرہ ابھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ کتاب ابھی اس منزل سے نہیں گزری۔

سہ ماہی
المجيب

میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

حمد باری تعالیٰ

• امان خاں دل — شوگر لینڈ، ہیوسٹن، امریکہ

ہے سدا سے برگزیدہ تری شان یا الہی
 تری حمد کیا بخوبی ہو بیان یا الہی
 تری بے بہا عطا سے مرے دن سنور گئے ہیں
 مسرا حشر میں بھی رکھنا، یہی مان یا الہی
 تری رحمتوں کی چادر تو تنی ہوئی ہے ہر سو
 مرے سر پہ بھی یہ چادر ذراتان یا الہی
 ہے ترا کرم یہ مجھ پہ، کہ بلا لیا ہے تو نے
 ترے در پہ بڑھ گئی ہے مری شان یا الہی
 اسے جب بھی چاہے لے گا کہ ہے وہ تری امانت
 مجھے تو نے جو عطا کی وہی جان یا الہی
 نہ ہو مجھ میں کچھ رعونت، یہی تجھ سے التجا ہے
 تو مٹا دے میرے دل سے مری آن یا الہی
 مری جستجو ہے لیکن، ہے ترا کرم مقدم
 مرا خلد میں بنادے تو مکان یا الہی
 اسے اب معاف کر دے یہ دعا ہے دل کی تجھ سے
 کہ ہے امت مسلمان پریشان یا الہی

نعت

• جمال احمد جمال — کراچی، پاکستان

گنبد خضرا کے سائے، رحمتوں کی آب و تاب
 نازش شہر مدینہ، عظمتوں کی آب و تاب
 ہر قدم جلوہ گہ عجاز کا حسن جمیل
 بوئے ایمان کی علاوت قربتوں کی آب و تاب
 خاک کے ذروں نے پائی تابش شمس و قمر
 آپ کا لمس کف پا، نسبتوں کی آب و تاب
 تیسرگی میں آپ کا نور ازل روشن ہوا
 اور پھر پائی دلوں نے، رحمتوں کی آب و تاب
 حرف قرآن کے سوا، مدحت کا حق کس کی بساط
 لفظ انسانی نے چاہی، مدحتوں کی آب و تاب
 اسوۂ آقاؐ پہ ہونا گامزن آساں نہیں
 ہے مگر اُس راہ پر ہی، نعمتوں کی آب و تاب
 اے جمال اپنی دعاؤں میں طلب کر قرب خاص
 بے طلب ملتی نہیں ہے سنتوں کی آب و تاب

غزل

• وارث ریاضی — کاشانہ ادب، سکٹا دیوراج، بسوریا، مغربی چمپارن

سلیقے سے مجھے رہنا پڑا ہے
مگر جینا بڑا مہنگا پڑا ہے
جسے آباد رکھا تھا جنوں نے
نہ جانے کب سے ویرانا پڑا ہے؟
زباں پر بات سچی آگئی تھی
تو اُن کی بزم سے اٹھنا پڑا ہے
معاذ اللہ دانش کی نوازش
کہ ہر شہرِ اماں مُردا پڑا ہے
کہاں گھر سے نکل کر جا چکے ہیں؟
کہ ہر اک گھر میں سناٹا پڑا ہے
عداوت ہے اسے انسانیت سے
وہ جس کا نام امریکا پڑا ہے
غم دنیا، غم جاناں، غم دل
ہر اک غم عمر بھر کھانا پڑا ہے
یہ کیا ترکِ تعلق ہے کہ وارث؟
کہ ان سے مل کے شرمنا پڑا ہے

کوائف و حالات

• ادارہ

راز و نیاز بلسل و گل ہم سے پوچھئے ❁ نرگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم

کچھ اپنی..... کچھ دوسروں کی

تین طلاق گلے کی ہڈی :

اسلام نے مومنوں کے لئے جو ضابطہ حیات بنایا ہے وہ عین فطرت کے مطابق ہے۔ روزانہ کی زندگی میں جن سے واسطے پڑتے رہتے ہیں ان کے لئے رہنما اصول بتا دیے ہیں۔ اگر ان اصولوں پر، اس ضابطہ حیات پر انسان چلے تو ہر مرد و عورت کی زندگی خوشگوار بن جائے۔ ضرورت پڑنے پر طلاق بھی مرد و زن کی زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے۔ دوسرے مذاہب والوں نے اسے جہاں ایک مشکل اور تقریباً ناقابل عمل بتایا ہے وہیں اسلام نے اسے سہل اور فطری طریقہ سے حل کرنے کا قانون بتایا ہے۔ ساری مسلم دنیا اسی پر عمل کر رہی ہے اور کہیں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں بھی آج تک طلاق چاہے وہ طلاق ثلاثہ ہو یا کوئی اور۔ مسلم سماج کے لئے کوئی مسئلہ نہیں بنا۔ اور طلاق کی شرح سماج کے تمام طبقوں کے مقابلہ اسلام کے ماننے والوں میں فی صد سب سے کم ہے۔ لیکن ملک کی برسر اقتدار جماعت اور حکومت کو تو مسلمانوں کو ہر اسال اور پریشان کرنے کا بہانہ چاہئے۔ چند بھکی ہوئی یا بہکائی عورتوں کو کھڑا کر کے طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کو ملک کا سب سے بڑا مسئلہ بنا دیا۔ اپنی بیویوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دینے والے، زندہ جلادینے والے اور انہیں ساری زندگی در بدر کی ٹھوکریں کھلانے والے لوگ، مسلمان عورتوں کو انصاف دلانے کے نام پر گول بند ہو گئے۔ ڈھال بنائی گئیں وہی چند بھکی ہوئی عورتیں۔ بس پھر کیا تھا وزیراعظم سمیت پورا ملک اور ان کی کابینہ طلاق شدہ مسلم عورتوں کو انصاف دلانے پر جٹ گئی۔ بات سپریم کورٹ تک جا پہنچی اور سپریم کورٹ کا فیصلہ بھی آگیا۔ ۲/۳ کی اکثریت سے طلاق ثلاثہ غیر قانونی قرار پایا جبکہ ۳/۲ کی اقلیت سے یہ فیصلہ ہوا کہ

حکومت اس سلسلے میں چھ ماہ کے اندر قانون بنائے۔ حکومت کے پاس اس سے اچھا موقع کیا تھا اس نے ایک ماہ کے اندر رواں سال ہی میں پارلیامنٹ سے ایک لوہا لنگڑا قانون پاس کر دیا۔ جس کی رو سے طلاق ثلاثہ غیر قانونی اور ناجائز قرار دیا گیا، تین بول بولنے والا تین سال کے لئے داخل جیل — اور وہ بے چاری عورت، ملک کے قانون کے اعتبار سے نکاح شدہ اور شرعی اعتبار سے مطلقہ — اب کیا کرے، اس کا اور اس کے بچوں کا کون پالن پون کرے؟ پارلیامنٹ میں بیٹھے بڑے بڑے دماغ والے لوگ اس معاملے میں عقل و سمجھ کھو بیٹھے۔ وہ تو خیریت ہوئی کہ راجیہ سمجھا جاتے جاتے حزب اختلاف کے لوگوں کو ہوش آگیا اور انہوں نے راجیہ سمجھا سے اسے پاس نہیں ہونے دیا ورنہ اسلام کے دیے ہوئے اتنے اچھے اور آفاقی قانون کو چھوڑ کر در بدر کی ٹھوکریں کھانے والی یہ عورتیں کس حال کو پہنچ جاتیں اللہ ہی جانتا ہے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ اسلام بیزار کچھ عورتیں، برسر اقتدار جماعت کے جشن منانے والے افراد اور خود حکومت سکتے میں ہے۔ یہ قانون ان سبھوں کے گلے کی ہڈی بن گیا ہے۔ پورے ملک نے یہ تسلیم کر لیا کہ یہ قانون نہ عورتوں کے مفاد میں ہے نہ ملک کے مفاد میں اور اسے کسی قیمت پر پاس نہیں ہونا چاہئے۔

معمولات خانقاہ بماہ جمادی الثانی :

۱۹ جمادی الثانی عرس صاحب المقام الاولیسیہ حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی اولیاء قادری پھلواری قدس سرہ ۱۹ تاریخ کو نماز عصر کے بعد قتل ہوتا ہے۔

۲۰ جمادی الثانی عرس بانی خانقاہ و دارالعلوم مجیبیہ حضرت آفتاب طریقت تاج العارفین مخدوم سید شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواری قدس سرہ ۱۹ دن گزار کر شب ۲۰ اور روز ۲۰ کو قتل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ رجب المرجب :

۶ رجب کو فاتحہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ — بعد نماز عصر قتل ہوتا ہے۔ رجب کی تائید یوں شب میں معراج کی مناسبت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس مبارک ہوتا ہے اور شب میں چراغاں ہوتا ہے۔ خانقاہ اور آستانہ اس رات شب معراج کی یاد میں چراغوں سے بقعہ نور بنارہتا ہے۔ بعد نماز عشاء قتل اور بعدہ محفل سماع ہوتی ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ شعبان المعظم :

۲۶ شعبان کو حضرت امان المستحیر بن عارف باللہ مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہ کے وصال کی تاریخ میں فاتحہ اور بعد نماز عصر میلاد شریف ہوتا ہے۔ حضرت کا عرس ان کے والد ماجد کے عرس کے ساتھ ۲۹ جمادی الاولیٰ کو ہوتا ہے۔

۲۹ شعبان کو شب ۲۹/ اور روز ۲۹/ حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس سرہ کے عرس کی تقریب انجام دی جاتی ہے۔

معمولات خانقاہ بمابہ رمضان المبارک :

عرس حضرت مولائے کائنات سیدنا امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ ۲۰/ رمضان المبارک کو بعد نماز ظہر زیارت موئے مبارک نبی کریم ﷺ و موئے مبارک علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ ۲۰/ دن گزار کر شب ۲۱ کو قفل اور مجلس ہوتی ہے۔

شرح اشتہار

سہ ماہی مجلہ المجیب

دنیاۓ علم و ادب کا مقبول عام سہ ماہی مجلہ ”المجیب“ خانقاہ مجیدیہ پھلواری شریف پٹنہ کا ترجمان — ایک دینی، علمی و ادبی مجلہ ہے جو کئی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ملک و بیرون ملک ہر جگہ اس رسالہ کو کی غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی ہے۔ یہ رسالہ علماء، ادباء، معلمین و متعلمین، افسران و عہدہ داران بلکہ ہر خاص و عام کے ذوق مطالعہ میں رہتا ہے۔ اور ہر طبقہ و جماعت کے لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

لہذا باذوق تاجرین اور تنظیم و تحریک کے مالکان سے پر خلوص گزارش ہے کہ اس مقبول ترین رسالہ میں اپنا اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں — اور اپنے نام و پتہ کے ساتھ پیشگی رقم ارسال فرمائیں۔ اشتہارات کی تفصیل حسب ذیل ہے :

ملٹی کلر اشتہار

پشت سر ورق	مکمل صفحہ	8,000/-	نصف صفحہ	4,000/-	چوتھائی صفحہ	2,000/-
اندرون سر ورق	مکمل صفحہ	7,000/-	نصف صفحہ	3,500/-	چوتھائی صفحہ	1,750/-

سادہ اشتہار

اندرون مجلہ	مکمل صفحہ	5,000/-	نصف صفحہ	2,500/-	چوتھائی صفحہ	1,250/-
-------------	-----------	---------	----------	---------	--------------	---------

خواہش مند حضرات اپنے اشتہارات کے ساتھ پیشگی رقم کا چیک یا ڈرافٹ ادارہ کو پہلی فرصت میں مرحمت فرمائیں تاکہ ان کے آرڈر کو حتمی شکل دی جاسکے۔ چیک یا ڈرافٹ کے ذریعہ رقم ارسال کرتے وقت صرف "DARUL ESHA'AT" تحریر کریں۔



دَارُ الْعُلُومِ الْمُجِيبِيَّةِ خَانْقَاهُ پُھلواری شریف پٹنہ (بھار)

DARUL ULOOM MOJIBIA KHANQUAH

Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA) Mob.: +91-9572860252, 7717792508

دارالعلوم مجیبیہ، پھلواری شریف کے اکابر بزرگوں اور اولیاء اللہ کی یادگار اور ہندوستان کی قدیم درسگاہ ہے۔ اس کی علمی خدمات تین صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ دارالعلوم اپنے سن قیام ۱۱۲۵ھ سے لے کر آج تک تواثر و تسلسل کے ساتھ علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت میں لگا ہوا ہے اور الحمد للہ کسی دور میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا۔ ابتدائی فارسی درجات سے لے کر عربی کے آخری درجات، دورۂ حدیث تک یہاں تعلیم دی جاتی ہے۔ اور قرآن کریم کے حفظ و قرأت کی تعلیم معیاری طریقے پر ہوتی ہے۔ بچوں کے لئے اردو، ناظرۂ قرآن اور عصری تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ تمام بیرونی طلبہ کے لئے قیام و طعام، کتابیں اور دیگر سہولیات کا اہتمام دارالعلوم مجیبیہ کی طرف سے مفت کیا جاتا ہے۔

اسلئے اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ صدقات، زکوٰۃ، عطیات اور دیگر مواقع پر دارالعلوم مجیبیہ کو فراموش نہ کریں۔ مالی امداد پہنچا کر عند اللہ ماجور و مثاب ہوں۔ یہ قدیم درس گاہ آپ کے تعاون کی مستحق ہے۔

چیک یا ڈرافٹ پر صرف ”DARUL ULOOM MOJIBIA“ لکھیں

The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar

Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)

Ph. No. (0612) 2555572, Telefax : 2555305, Mob. No. +91-9006306098, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com

دارالاشاعت خانقاہ مجیبہ کی موجودہ چند اہم مطبوعات



₹20.00



₹50.00



₹40.00



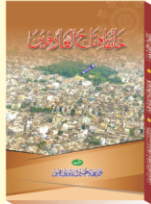
₹100.00



₹100.00



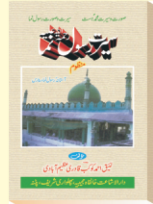
₹300.00



₹100.00



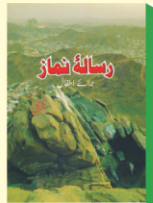
₹400.00



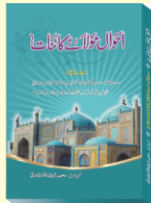
₹20.00



₹15.00



₹50.00



₹140.00



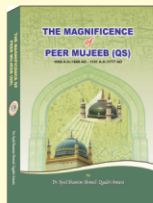
₹90.00



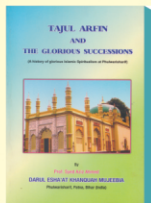
₹60.00



₹150.00



₹400.00



₹120.00



₹100.00



₹350.00



₹200.00

مذکورہ کتابیں حاصل کرنے کے لئے ان نمبرات: 7250433562, +91-9006306098 پر رابطہ کریں۔